• اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ
• فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا اَنْ یَّتَرَاجَعَا (البقرہ)

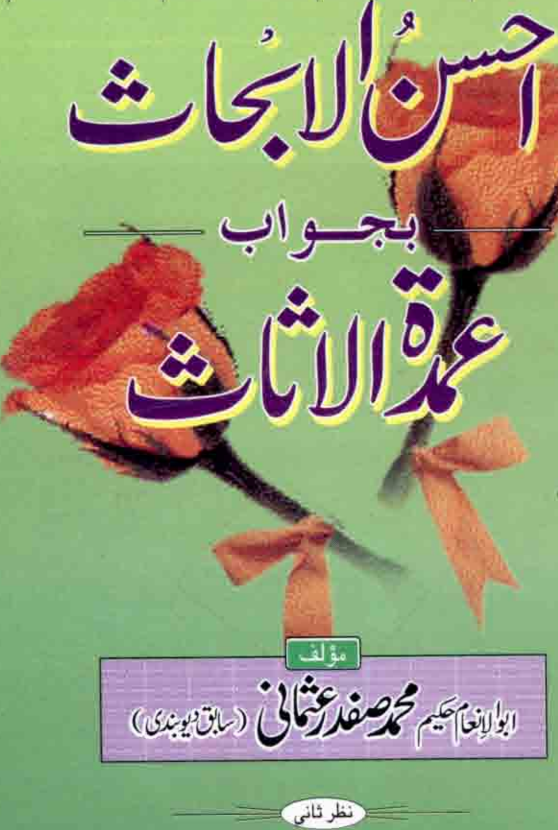

احسن الابحاث

بجواب

عمدۃ الاثاث

مؤلف

ابوالانعام حکیم **محمد صفدر عثمانی** (سابق دیوبندی)

نظر ثانی

◎ حافظ صلاح الدین یوسف ◎ حافظ محمد الیاس اثری ◎ مفتی اللہ بخش ملتانی
◎ مبشر احمد ربانی ◎ مولانا محمد یحییٰ گوندلوی

ناشر

ادارۂ تحقیقاتِ عثمانیہ اہل حدیث،

نوشہرہ روڈ، گوجرانوالہ

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ..
فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يَّتَرَاجَعَا (البقرہ)

احسن الابحاث

بجواب

عمدۃ الاثاث

مؤلف
ابوالانعام حکیم محمد صفدر عثمانی (سابق دیوبندی)

نظر ثانی

- حافظ صلاح الدین یوسف
- حافظ محمد الیاس اثری
- مفتی اللہ بخش ملتانی
- مفتی مبشر احمد ربانی
- مولانا محمد یحییٰ گوندلوی

ناشر
ادارۂ تحقیقاتِ عثمانیہ اہل حدیث،
نوشہرہ روڈ، گوجرانوالہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : احسن الابحاث بجواب عمدۃ الاثاث
مؤلف : مولانا محمد صفدر عثمانی (سابق دیوبندی)
طبع : اول
تعداد : ۱۱۰۰
قیمت : 40/= روپے
سن اشاعت : ۲۰۰۴ء
کمپوزنگ : العِرفان کمپوزرز۔ گوجرانوالہ

ناشر
ادارہ تحقیقات عثمانیہ اہل حدیث
نوشہرہ روڈ۔ گوجرانوالہ

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ نمبر
حرفِ آغاز	۱۲
جہالت، حماقت، نادانی، بدعت، حرام اور گناہ ہے	۱۲
ظلم کی انتہا	۱۲
تضاد بیانی	۱۳
کیا آیت ﴿الطلاق مرتان﴾ اور حدیث رکانہ غیر متعلق ہیں؟	۱۵
کیا حافظ صلاح الدین یوسف کی عبارت مغالطہ آمیز ہے؟	۱۵
تین طلاقوں کو ایک کہنے والے حنفی علماء	۱۵
جن ملکوں میں تین طلاقوں کے ایک ہونے کا قانون نافذ ہے	۱۶
حنفی مذہب کی بنیاد ائمہ کے اقوال	۱۷
ایک اور تضاد بیانی	۱۷
باب اول	۱۹
مقلد کی پہلی دلیل	۱۹
حرف فاء کی بحث	۱۹
مولانا سرفراز صاحب کی قانون شکنی	۲۱
تیسری تضاد بیانی	۲۳
مولانا عبدالحی حنفی کا فتویٰ	۲۴
مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کے فتویٰ کی حقیقت	۲۵
اذا جاء الاحتمال (قانون) کی بحث	۲۶
کیا سیدنا عمرؓ کا فیصلہ شرعی تھا؟	۲۷
مولانا فضل الرحمٰن بن مفتی محمود حنفی کا اعلان حق	۲۸
مقلد کی دلیل نمبر ۲	۲۸
مبہم اور مفصل روایت کی بحث	۲۹
مقلد کی دلیل نمبر ۳	۳۰
مقلد کی دلیل نمبر ۴	۳۱
مقلد کی دلیل نمبر ۵	۳۲
گھر کی شہادت	۳۴
مقلد کی دلیل نمبر ۶	۳۵
مقلد کی دلیل نمبر ۷	۳۷
طلاق، مسخرہ سے بھی ہو جاتی ہے	۳۸
کیا طلاق میں نیت کا اعتبار ہے؟	۳۸
مقلد کی دلیل نمبر ۸	۴۰
مقلد کی دلیل نمبر ۹	۴۱
مقلد کی دلیل نمبر ۱۰، ۱۱، ۱۲	۴۲
سیدنا عمرؓ زیادہ طلاقیں دینے والے کو کوڑے مارتے	۴۳
سیدنا عمرؓ کا تین طلاق کو تین نافذ کرنا بطور سزا تھا	۴۳
مقلد کی دلیل نمبر ۱۳، ۱۴، ۱۵	۴۵
ابن عباسؓ کا فتویٰ کیا تھا	۴۶
اعتبار راوی کی روایت کا ہے نہ کہ فتویٰ کا	۴۶
غیر مدخولہ کی بحث	۴۷

عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
مقلد کی دلیل نمبر ۱۶ تا ۲۰	۴۷	متعۃ النساء کی مثال کا جواب	۵۹
دلیل نمبر ۱۷ کا خلاصہ	۴۷	اجماع کا دعویٰ	۶۰
دلیل نمبر ۱۸ کا خلاصہ	۴۸	کیا اکٹھی تین کو ایک کہنا ابلیسی فکر ہے؟	۶۳
دلیل نمبر ۱۹ کا خلاصہ	۴۸	امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم کو کوڑے کیوں مارے گئے؟	۶۴
دلیل نمبر ۲۰ کا خلاصہ	۴۸	کیا اکٹھی تین کو ایک کہنا یہود ونصاری اور شیعہ کا مذہب ہے؟	۶۴
احادیث پر اعتراضات کا علمی و تحقیقی جائزہ	۵۱	کیا جمہور دلیل ہیں؟	۶۵
دلیل نمبر ۱ پر اعتراضات کا جائزہ	۵۱	کیا محمد بن اسحاق راوی کذاب ہے؟	۶۶
کیا حدیث ابن عباس متعارض ہے؟	۵۲	پھر وہی مغالطہ	۷۲
روایت طاؤس کی حقیقت	۵۳	امام ابن قیمؒ سے سوال	۷۳
عہد نبویؐ کا مسئلہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے	۵۵	علامہ شبلی نعمانی کی شہادت	۷۵
کیا اکٹھی تین طلاقوں کو ایک کہنا منسوخ ہو چکا ہے	۵۵	کیا یہ مسئلہ آٹھ سو سال بعد ابن تیمیہ اور ابن قیم نے ایجاد کیا	۷۶
بخاری مسلم کی تمام روایات صحیح ہیں	۵۶	مغالطہ	۷۷
کیا حدیث ابن عباس شاذ، مضطرب اور منکر ہے	۵۷	ایک اور مغالطہ	۷۸
لوگوں کا اکٹھی تین طلاقیں دینا آپؐ	۵۸	ادلۂ اربعہ کی مخالفت	۷۹
		تین طلاقوں کی کہانی احناف کی زبانی	۸۰

ابتدائیہ

شیخ الحدیث ابوانس محمد یحییٰ گوندلوی صاحب

اسلام بلاشبہ زوجین کے باہمی تعلقات پر ہی زور دیتا ہے لیکن اگر حالات ناگزیر ہو جائیں جن میں جدائی اور افتراق کے بغیر کوئی چارہ ہی باقی نہ رہے تو ایسے موقعہ پر اسلام طلاق کا اصول بتاتا ہے۔ جاہلیت میں طلاق کی کوئی تحدید اور تعیین نہ تھی۔ خاوند جب چاہتا بیوی کو طلاق دے دیتا اور جب چاہتا رجوع کر لیتا وہ اس کے لیے خود کو کسی قانون اور قاعدے کا پابند نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن اسلام نے اس میں حد بندی کر دی جیسا کہ اللہ کریم فرماتے ہیں:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ (البقرہ) ''طلاق دو بار ہے یا تو بیوی کو اچھے طریقہ سے روک لینا ہے یا اچھے طریقہ سے چھوڑ دینا ہے۔''

رجعی دو طلاق دو بار ہے اس کے بعد جب وہ تیسری طلاق دے گا تو اب خاوند کو رجوع کا حق باقی نہیں رہے گا۔ اب دونوں کے راستے ایک دوسرے سے جدا ہو چکے ہیں' عورت آزاد ہے کہ مقررہ عدت پوری کر کے وہ اپنے کسی نئے رفیق حیات کا انتخاب کرے اور ولی کے ذریعہ اس کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جائے۔

﴿مَرَّتَانِ﴾ کا لفظ جیسا کہ مفسرین حضرات نے اس کی توضیح کی ہے کہ یہ لفظ دو مختلف مواقع چاہتا ہے کہ دو طلاقیں ایک بار نہیں بلکہ دو مختلف موقعوں پر دی جائیں' جیسا کہ تفسیر کبیر رازی' فتاویٰ ابن تیمیہ' اغاثۃ اللھفان ابن القیم اور احناف میں سے علامہ عینی وغیرہ نے تشریح کی ہے۔

قرآن مجید میں کہیں تین اکٹھی طلاقوں کا ذکر نہیں کیا' بلکہ مرتان کہہ کر درمیان میں کچھ اور احکام ذکر کر کے پھر تیسری طلاق کا ذکر کیا ہے۔ جس سے واضح ہے کہ تین اکٹھی طلاقیں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور منشا کے خلاف ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اگرچہ بعض حضرات تین اکٹھی طلاقیں دینے پر جسارت کر لیتے تھے لیکن کسی ایک صحیح حدیث سے معلوم نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ نے ان تینوں کو تین ہی قرار دے کر اس کی بیوی کو فارغ کر دیا ہو' بلکہ صحیح احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان تینوں کو ایک رجعی قرار دیا ہے۔

تین کو تین قرار دینے والے اس مسئلہ میں مضطرب ہیں، بعض تو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ خلافت عمر کا مسئلہ ہے اور بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے دور کا ہی مسئلہ ہے اور اس میں کئی قسم کے تضادات ہیں۔ آپ اس مسئلہ میں مجوزین ثلاثہ کی تین چار کتابیں پڑھ کر دیکھ لیں آپ کو تضادات کا ایک تلاطم خیز سمندر نظر آئے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس اس مسئلہ میں کتاب اللہ اور سنت مرفوعہ صحیحہ سے کوئی دلیل موجود نہیں جس کی وجہ سے ان کو اضطرابی کیفیت سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلہ کی ایک کتاب ہے "**عمدۃ الاثاث**" جسے احناف دیوبند کے معروف عالم مولانا سرفراز صفدر گکھڑوی (گوجرانوالہ) نے تحریر کیا ہے اور انہوں نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کی بھرپور سعی کی ہے لیکن وہ بھی اس بارہ میں تضادات کا شکار ہوئے ہیں۔

مولانا ابوالانعام صفدر عثمانی حفظہ اللہ تعالیٰ تحقیق میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور احباب کا حلقہ بھی وسیع ہے اس لیے احباب نے مولانا عثمانی صاحب سے اصرار کیا کہ اس کتاب کا تحقیقی جائزہ لینا چاہئے اور اس بارہ میں جو حنفی احباب کی خوش فہمیاں ہیں وہ دور ہونی چاہئیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کا جائزہ لیا اور خوب لیا، مولانا گکھڑوی کے تضادات کے علاوہ ان کے دلائل کا ضعف اور سقم بیان کیا اور واضح کیا کہ حق وہی ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارکہ اور کامل دور صدیقی میں اور دور فاروقی کے ابتدائی تین سالوں میں تھا۔ اس پر مسکت دلائل دیے ہیں جس سے قاری پر از خود حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

عثمانی صاحب کا انداز تحریر سلجھا ہوا اور طریق تنقید محققانہ ہے جو طعن و تشنیع سے مبرا اور پاک ہے۔

دعا ہے کہ اللہ کریم مولانا عثمانی کی اس کوشش کو حق اور باطل کے مابین مابہ الامتیاز بنائے، آمین یا الٰہ العالمین۔

کتبہ ابوانس محمد یحییٰ گوندلوی

مدیر جامعہ تعلیم القرآن والحدیث ساہوالہ۔ سیالکوٹ

۳ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ۔ ۱۹ ستمبر ۲۰۰۴ء

پیشِ لفظ

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم، أما بعد:

تمام مسائل کا دارومدار قرآن وحدیث پر ہے۔ خواہ وہ مسائل اعتقادیہ ہوں یا احکاماتِ شرعیہ۔ اہل الحدیث اسی دائرہ میں رہ کر احکام ومسائل کا انضباط کرتے ہیں اور کتاب وسنت کی اس تحریک کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آج برصغیر پاک وہند کے اطراف واکناف میں داعیان کتاب وسنت میں خاطر خواہ اضافہ فرمایا ہے۔ اور لوگ دن بدن اس قافلہ حقہ کے رکین متین بنتے جا رہے ہیں۔ اور کوئی علاقہ یا بستی ایسی نہیں جہاں کتاب وسنت کے ماننے والے موجود نہ ہوں۔

اس کے برعکس بعض لوگ اپنے مسائل واحکام کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر پرکھنے کی بجائے اپنے متعین کردہ امام کے اقوال پر پیش کرتے ہیں اور قرآن وحدیث کی نصوص کو توڑ موڑ کر قول امام کے موافق بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کا دامن دلائل وبراہین سے نہ صرف خالی ہوتا ہے بلکہ وہ دلائل کو تسلیم کرنے سے بھی آزاد ہوتے ہیں۔

انہیں لوگوں میں سے مولوی سرفراز صفدر صاحب بھی ہیں جو کہ فن مغالطہ کے امام اور مجموعہ تضادات ہیں اور حیلوں وبہانوں سے کام لے کر حنفی موقف کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسی طرح انہوں نے طلاق ثلاثہ کے موضوع پر "**عمدة الاثاث**" نامی کتاب مرتب کی اس میں بھی انہوں نے ایسے ہی کرشمے دکھائے ہیں اور انصاف کا جی بھر کر خون کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا ابوالانعام صفدر عثمانی صاحب حفظہ اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے اس کتاب کا عالمانہ' فاضلانہ' محققانہ جامع جواب مرتب فرمایا ہے اور سرفراز صاحب کے فنی مغالطوں کی قلعی کھولی ہے۔ مسئلہ طلاق ثلاثہ پر مولانا صفدر عثمانی حفظہ اللہ کی یہ کتاب انتہائی عمدہ ہے اور دلائل قاہرہ وبراہین ساطعہ سے مبرہن ہے اسے ہر مسجد' مدرسہ' مکتبہ اور لائبریری کی زینت ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ مولانا عثمانی کے علم' عمل' عمر' رزق' مال اور اولاد میں برکت دے اور انہیں جماعت حقہ کے لیے مزید کام کرنے کی ہمت عطا کرے۔ آمین!

ابوالحسن مبشر احمد ربانی عفی اللہ عنہ

۲۰/۹/۲۰۰۴ء

تقریظ

بقیۃ السلف مولانا حافظ محمد الیاس اثری صاحب

حامداً ومصلیاً ومسلماً.

ذہنی ساخت کے تفاوت کی بنا پر فکری اختلافات کا رونما ہونا فطری امر ہے رفع اختلاف کے لیے قرآن مجید نے جو ضابطہ ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ﴾ کی صورت میں بیان کیا ہے اس کا دامن ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے۔

ہمارے ہاں بے شمار مسائل متنازعہ ہیں ایک مسئلہ طلاق ثلاثہ کا بھی ہے، یعنی ایک مجلس کی بیک وقت دی جانے والی طلاقوں کا کیا حکم ہے؟ احناف، شوافع، موالک اور حنابلہ وغیرہ سب کا خیال ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہیں، پھر بناء الفاسد علی الفاسد کے طریقے کے مطابق کہا جاتا ہے کہ حلالہ کراؤ تب وہ دونوں ازدواجی بندھن میں بندھ سکتے ہیں۔

یہ سراسر بے غیرتی کا سبق ہے، کوئی بھی عقل وشعور کا مالک یہ سبق لینے کو تیار نہیں ہے، جب علماء حدیث نے اپنی کتب، رسائل، اور جرائد میں خوب تعاقب کیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی ہیں تو احناف بھائیوں نے سمجھا کہ یہ سارا کچھ ہمارے خلاف لکھا جا رہا ہے تو انہوں نے اپنے مسلک کے تحفظ کے لیے اپنے جذبات کو بذریعہ قلم قرطاس کی زینت بنایا، جب ان کو تحقیق کی لیبارٹری میں لے جایا گیا تو وہ دلائل سب کے سب کمزور نکلے، اسی طرح کی ایک کتاب "**عمدة الاثاث في حكم الطلقات الثلاث**" حنفی فکر کے بزرگ عالم دین مولانا سرفراز صفدر صاحب کی تصنیف ہے، بلاشبہ انہوں نے بہت محنت کی ہے مگر آنکھیں بند رکھنے والوں کے لیے تو ان کے پیش کردہ دلائل ضرور لائق قبول ہوں گے مگر محققین کے نزدیک وہ دلائل یا تو مجمل ہیں یا ضعیف ہیں۔ جو قابل تسلیم نہ ہو سکے۔

اس لیے ہماری جماعت کے محقق عالم دین اور مناظر حضرت مولانا محمد صفدر عثمانی صاحب نے ان دلائل کا علمی روشنی میں جائزہ لیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی حق ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی ہیں تین نہیں ہیں۔

میں اپنے حنفی بھائیوں کو دعوت فکر دیتا ہوں کہ آپ خالی الذہن ہو کر سوچیں گے تو ضرور حق مل جائے گا جیسا کہ آپ کے بعض اکابرین نے اس امر کا اقرار واعتراف کھل کر کیا ہے۔ اسی طرح دیگر کئی مسائل میں بھی انہوں نے سلامتی کا راستہ اسی کو سمجھا کہ براہ راست کتاب وسنت سے مسائل اخذ کئے جائیں اور ہماری بھی یہی دعوت ہے ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ کو اپنائیں۔

اللہ تعالیٰ دین سمجھنے کی ہمت عنایت فرمائے۔ آمین!

حافظ محمد الیاس اثری غفرلہ

مدیر مرکز الاصلاح اہل حدیث

گلبرک کالونی' نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ

فون: 230628

تقریظ

مفسر قرآن، محترم حافظ **صلاح الدین یوسف** حفظہ اللہ تعالیٰ

زیرِ نظر رسالہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے بارے میں ہے۔ ہمارے ملک میں علمائے احناف کا اصرار ہے کہ اس قسم کی طلاقوں کو تین ہی شمار کیا جائے اور میاں بیوی کے درمیان فوراً ہمیشہ کے لیے جدائی کروادی جائے۔ اس فتویٰ اور اس کے مطابق عمل سے جو خاندانی اور معاشرتی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں، اس کا حل پھر وہ حلالے کے ذریعے سے نکالتے ہیں جسے رسول اللہ ﷺ نے لعنتی فعل قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں کسی بھی غیرت مند کے لیے وہ قابل قبول نہیں ہوتا۔

اس کے برعکس صحابہؓ و تابعینؒ سے لے کر ہر دور میں علماء کا ایک گروہ ایسا رہا ہے جو ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق رجعی قرار دیتا آیا ہے، اہلحدیث بھی یہی فتویٰ دیتے ہیں۔ یہ مسلک قرآن وحدیث کے مطابق بھی ہے اور اس پر عمل کرنے سے وہ معاشرتی پیچیدگیاں بھی پیدا نہیں ہوتیں جو علمائے احناف کے فتوی کے نتیجے میں سامنے آتی ہیں اور نہ حلالہ جیسے لعنتی فعل کرنے کی ضرورت ہی پیش آتی ہے۔ اس مسلک کی معقولیت اور دلائل کی قوت کو بہت سے علمائے احناف نے بھی تسلیم کیا ہے اور انہوں نے موجودہ حالات میں اسی کو اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔

لیکن برا ہو تقلیدی جمود کا، کہ علمائے احناف کی اکثریت اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں اور اس کے خلاف وہ آئے دن کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں۔

اس کتابچے میں بھی اسی طرح کے ایک کتابچے ''عمدۃ الاثاث'' کا جواب ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے عوام کی ہدایت ورہنمائی اور فاضل مصنف حکیم مولانا صفدر عثمانی صاحب کی نجات کا ذریعہ بنائے۔

حافظ صلاح الدین یوسف۔ لاہور

شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ۔ ستمبر ۲۰۰۴ء

نظر ثانی

مناظر اسلام محترم مولانا مفتی اللہ بخش صاحب ملتانی

مولانا صفدر عثمانی صاحب کی کتاب "**احسن الابحاث بجواب عمدة الاثاث**" کو اول سے آخر تک دیکھا' بحمد اللہ بہت عمدہ اور مفید پایا۔ اس کتاب میں مسئلہ تین اکٹھی طلاقیں ایک طلاق ہوتی ہیں کو نہایت مدلل انداز میں ثابت کیا گیا ہے۔ اس سے بڑھ کر کونسی دلیل ہوسکتی ہے کہ یہی فیصلہ دور نبوی میں ہوتا رہا اور دور صدیقی میں اور دور فاروقی کے ابتدائی سالوں میں' پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تین اکٹھی طلاقوں سے روکنے کے لیے فرمایا: «إن الناس قد استعجلوا في أمر كانت لهم فيه أناة». یعنی لوگوں نے اس کام میں جس میں ان کو مہلت تھی جلدی کی۔ یعنی تین متفرقہ کے بجائے تین اکٹھی دینے لگ گئے۔ "فلو أمضيناه" کاش ہم تین کو تین ہی نافذ کریں تو لوگ تین اکٹھی دینے سے باز آجائیں۔ "فأمضاه" تو پھر تین کو نافذ کر دیا۔ یہ عبارت غیر متعصب آدمی پڑھنے والا یہی فیصلہ کرے گا کہ یہ شرعی حکم نہیں کیونکہ اگر یہ حکم شرعی تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نافذ نہیں کیا تو پھر حضرت عمر نعوذ باللہ مجرم ٹھہریں گے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ دور نبوی میں اور دور صدیقی میں غیر شرعی فیصلے ہوتے رہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیسے منسوخ کر سکتے ہیں اور یہ حدیث مسلم کی ہے۔ بخاری مسلم کی حدیثیں باتفاق صحیح ہوتی ہیں' مزید برآں اس مسئلہ میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم رحمہما اللہ نے اسی مسئلہ کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے یہ دونوں ایسے اہل علم ہیں کہ سلف وخلف میں ان دونوں کی نظیر نہیں' پھر اس کتاب میں جن احادیث سے حنفی حضرات نے استدلال کئے ہیں ان کے واضح جوابات مولانا صفدر عثمانی نے دیے ہیں اور ان کے اعتراضات کے جوابات بھی دیے ہیں جن کے بعد حق کا متلاشی مطمئن ہو جاتا ہے' البتہ ضدی کسی صورت میں ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

اللہ بخش عفی اللہ عنہ

حرفِ آغاز

قرآن وحدیث' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ دین رحمہم اللہ کا صحیح موقف ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہونگی۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پہلے دوسال یعنی دورِ نبوت سے لے کے تقریباً ۱۵ سال تک اسی پر عمل ہوتا رہا اس صحیح موقف کے برعکس مولانا سرفراز صفدر صاحب بیک وقت ایک مجلس میں یا ایک ہی کلمہ سے دی گئی تین طلاقیں تین ہی ہونے کے قائل ہیں بزعم خویش قرآن وحدیث اور جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے جبکہ خود ہی اسے جہالت' حماقت' نادانی' بدعت' حرام اور گناہ بھی کہتے ہیں۔ (عمدۃ ص ۲۵'۳۱'۵۲ وغیرہ)

ظلم کی انتہا:

نہایت افسوس ہے ان علم کے دعویٰ داروں کی عقل وفہم پر کہ یہی بات جب ہم ان کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا تمہارے نزدیک بدعت حرام اور گناہ ہے۔ تو یہ کہتے ہیں ٹھیک ہے' ایسی طلاقیں حرام' گناہ بلکہ بدعت ہیں' مگر ہوتینوں ہی جائیں گی۔ مثال یہ دیتے ہیں کہ جیسے حیض میں طلاق دینا منع ہے لیکن اگر کوئی دے دے تو ہو جاتی ہے اس کے متعلق گزارش ہے کہ اگر ان کا مطلب یہ ہے کہ بیک وقت دی گئی تینوں طلاقیں ہو جاتی ہیں تو یہ غلط ہے اگر ایک کے قائل ہیں تو اس کے ہم بھی قائل ہیں کیونکہ حیض میں ایک طلاق واقع ہونے کی دلیل صحیح بخاری ودیگر کتب احادیث میں موجود ہے۔ جبکہ تمہارے موقف کہ تین اکٹھی ہو جاتی ہیں پر کوئی نص موجود نہیں۔ لہٰذا اسے دیگر بدعات اور حرام پر قیاس کرنا حق کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ افسوس اور حیرانی اس پر ہے کہ جس بات

کوحرام، گناہ اور بدعت کہتے ہیں اس کی صحت بھی قرآن وحدیث سے ثابت کرتے ہیں، اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوسکتا ہے؟ حالانکہ یہ معمولی عقل وفہم والا بھی جانتا ہے کہ حرام، گناہ اور بدعت وہی کام ہوتا ہے جس کا کتاب وسنت میں ثبوت نہ ہو اگر کتاب وسنت سے ثابت بھی ہو اور اسے بدعت، حرام اور گناہ بھی کہا جائے تو یہ ظلم عظیم ہے کیونکہ بدعت، حرام اور گناہ کے ارتکاب کا کتاب وسنت میں حکم نہیں آسکتا اس کے برعکس شریعت نے بدعت کو گمراہی اور جہنم کا سبب بتایا ہے۔

تضاد بیانی:

یہ تضاد بیانی محض تقلیدی جمود کی وجہ سے ہے کیونکہ تقلید اور علم دونوں باہم متضاد چیزیں ہیں جہاں علم ہو وہاں تقلید نہیں جہاں تقلید ہو وہاں علم نہیں۔ علم کا نام تحقیق ہے اور جہالت کا نام تقلید ہے اور یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اہل علم کے لیے تقلید ایسے ہی ہے جیسے کسی آنکھوں والے کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر کہا جائے کہ فلاں جگہ پر پہنچنا ہے۔ ایسے ہی علم والے کی آنکھیں تقلید سے بند کرنا بھی ظلم سے کم نہیں۔ جیسے بدن کی آنکھوں والے کے لیے (بوجہ پٹی) منزل پر پہنچنا ممکن نہیں۔ اگرچہ آنکھیں ہیں مگر دیکھنے سے قاصر ہے۔ اسی طرح عالم کو تقلید کی پٹی صحیح منزل پر پہنچنے نہیں دیتی۔ مقلد آدمی کی مثال کولہو کے بیل کی طرح ہے جو اپنے دائرے سے باہر نہیں نکلتا۔ اسی طرح مقلد بھی تقلید کے پٹے سے آزاد ہو کر تحقیق نہیں کرسکتا۔ وہ تو خود بھٹکا ہوا ہے کسی دوسرے کو کیسے منزل پر پہنچائے گا۔

إن المقلد فى سبيل الهالك   فاهرب عن التقليد فهو ضلالة

مولانا سرفراز صاحب نے اپنے بے بنیاد دعویٰ کے اثبات کے لیے جو دلائل دیئے ہیں ان میں وہ کئی تضادات اور مغالطات کا شکار ہوئے ہیں۔

قارئین کو ان دلائل کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے کئی ایک احباب نے مجھ سے جواب کا تقاضا کیا مگر بندہ عدم فرصت کی وجہ سے اس پر توجہ نہ دے سکا اب

بعض احباب نے کچھ زیادہ ہی اصرار کیا اور کہا کہ یہ کتاب (عمدۃ الاثاث) حنفی مذہب میں اچھا خاصہ مقام رکھتی ہے کیونکہ حنفی مذہب کی بڑی بڑی تفاسیر میں اس کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا اس کا جواب ضرور ہونا چاہیے۔ چنانچہ احقاق حق اور ان احباب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے راقم نے قلم اٹھایا ہے میری اس کتاب سے قارئین کو انشاء اللہ معلوم ہو جائے گا کہ صاحب (عمدۃ الاثاث) نے اس مسئلہ میں حنفی مذہب کے بے جان دلائل میں جان ڈالنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود بری طرح ناکام رہے ہیں۔ موصوف نے اس کتاب میں فریق مخالف (اہل حدیث) کے دلائل صحیحہ خواہ قرآن کریم اور صحیح بخاری و مسلم کی احادیث ہی پر مبنی کیوں نہ ہوں کے خلاف تاویلیں شروع کر دیتے ہیں اور ثقہ رواۃ کو غیر ثقہ نیز اپنے مذہب کے خودساختہ دلائل کی اسنادمیں ضعیف سے ضعیف تر رواۃ کو بھی ثقہ ثابت کرنے کے لیے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ اور اس معاملہ میں وہ احناف کے ہاں اسپیشلسٹ سمجھے جاتے ہیں تب ہی تو انہیں ان کے مذہب میں فن اسماء الرجال کا امام لکھا جاتا ہے۔

ہم قارئین کو موصوف کے بیان کردہ دلائل اور مغالطات کی حقیقت سے آگاہ کریں گے اور بتائیں گے کہ اہل حدیث کا موقف ہی قرآن و سنت پر مبنی ہے جسے علماء احناف نے بھی صحیح سمجھا اور کئی اسلامی ممالک نے اسے بحیثیت قانون کے نافذ کیا ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں ایک شمار ہونگی۔ قارئین کی آسانی کے لیے مولانا سرفراز صاحب کی بات کو مقلد کا اور اپنی بات کو محقق کا عنوان دیا ہے۔

وما توفیقی إلاّ با اللہ علیہ توکلت وإلیہ أنیب

ابوالانعام محمد صفدر عثمانی بن غلام محمد بھٹہ
ناظم ادارۂ تحقیقات عثمانیہ اہل حدیث، نوشہرہ روڈ۔ گوجرانوالہ
و ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث شہر گوجرانوالہ
بروز جمعرات ۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

کیا آیت ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ غیر متعلق اور سیدنا رکانہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ضعیف ہے؟

مقلد:

ایک عبارت قدرے مغالطہ آفریں اور قابل توجہ ہے مضمون نگار پہلے اس مسئلہ سے بالکل غیر متعلق آیت کریمہ ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ الایۃ۔ نقل کر کے پھر رکانہؓ کی ضعیف حدیث بیان کر کے الخ (ص ۸)۔

محقق:

جس عبارت کو مغالطہ آفریں کہا گیا ہے وہ مفسر قرآن محقق اسلام محترم (حافظ صلاح الدین یوسف) حفظہ اللہ کی ہے جو انھوں نے ماہنامہ (ترجمان الحدیث) لاہور مارچ ۱۹۸۰ء میں لکھی یہ مضمون بالکل حقائق آفریں اور یقیناً قابل توجہ ہے مگر موصوف صاحب (عمدۃ) نے توجہ نہیں فرمائی۔ اگر توجہ فرماتے تو حقائق واضح ہو جاتے۔ جن لوگوں نے کتاب و سنت کے دلائل کو توجہ سے دیکھا انھوں نے حق کو پہچان لیا۔ مثلاً (مولانا سعید احمد اکبر آبادی مدیر ماہنامہ برہان دہلی، مولانا محفوظ الرحمان قاسمی فاضل دارالعلوم دیوبند، مولانا مفتی عتیق الرحمان عثمانی، صدر آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت، مولانا شمس پیرزادہ امیر جماعت اسلامی ہند، مولانا سیّد حامد علی سیکرٹری جماعت اسلامی مہاراشٹر ہند اور پیر کرم شاہ الازہری بریلوی سرگودھا) وغیرہ ان میں سے اوّل الذکر تینوں علماء کے دیوبندی ہونے میں مولانا سرفراز صاحب کو بھی کوئی شک نہیں ہے بلکہ وہ خود فرماتے ہیں کہ البتہ تین بزرگوں کے فتوؤں سے ضرور تردد ہو سکتا ہے اور ہمیں بھی ہوا ہے کہ ان حضرات نے جو خود کو حنفی اور دیوبندی کہلاتے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ علم و بصیرت سے بھی بہرہ ور ہیں کیا کہہ ڈالا ہے الخ۔ (ص ۱۰)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ محترم (حافظ صلاح الدین یوسف) صاحب

نے جو لکھا ہے کہ قرآن و حدیث کے ان واضح دلائل اور مذکورہ معاشرتی پیچیدگیوں کے حل کے جذبہ صادقہ نے اس دور کے بہت سے حنفی علماء کو اس مسئلے پر از سر نو غور کرنے پر مجبور کیا اور پھر انھوں نے مجلس واحد کی تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کرنے کا نہ صرف فتویٰ دیا بلکہ اس مسلک کی پر زور حمائت و کالت بھی کی ہے......الخ۔ وہ بالکل صحیح اور درست ہے لہٰذا اسے مغالطہ آفریں کہنا بذات خود بہت بڑا مغالطہ اور حقائق پر پردہ ڈالنے کے مترادف ہے۔

مقلد:

اسلامی ممالک کا قانون شرعی حجت کی حیثیت نہیں رکھتا۔الخ۔(ص۹)

محقق:

اس میں شک نہیں کہ کسی بھی ملک کا قانون بحیثیت ملکی قانون کے رد بھی کیا جا سکتا ہے اور اسے شرعی حجت کے طور پر پیش بھی نہیں کیا جا سکتا۔لیکن اس سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ کتاب و سنت پر مبنی قانون بھی شرعی حجت کی حیثیت نہیں رکھتا۔ ملکوں کا قانون تو اپنے دعویٰ کو مزید پختہ کرنے کے لیے پیش کیا گیا ہے۔اور بتایا گیا ہے کہ مجلس واحد کی تین طلاقوں کو ایک شمار کرنا صرف اہل حدیث کا انفرادی مسئلہ نہیں بلکہ کئی اسلامی ممالک مثلاً (پاکستان، مصر، اردن، عراق، سوڈان، شام، مراکش) وغیرہ میں نافذ العمل ہے اور ان سب کا متفقہ علیہ مسئلہ ہے اور یہی حق ہے جسے بالآخر علماء احناف نے تسلیم کر لیا ہے مگر مولانا سرفراز صاحب ابھی تک پریشان اور تردد کا شکار ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ پہلے علماء نے (الطلاق مرتان) کا تعلق اس مسئلہ سے سمجھا ہے اور حدیث رکانہ رضی اللہ عنہ کو بھی صحیح سمجھا (تفصیل آئندہ آئے گی ان شاء اللہ) ورنہ وہ کبھی بھی اس مسئلہ کا ساتھ نہ دیتے پھر محترم (حافظ صلاح الدین یوسف) کے مضمون میں صحیح مسلم والی اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پہلے دو سال تک بیک وقت دی گئی تین طلاقیں

ایک ہی شمار کی جاتی تھیں۔ اگر ملکوں کا قانون سمجھ کر نہ مانیں تو پھر بھی کوئی حرج نہیں البتہ دور نبوی ﷺ، دورِ صدیقی رضی اللہ عنہ اور دورِ فاروقی رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو نہ ماننا ظلم عظیم ہے کیونکہ اس کی بنیاد محض قوانین پر نہیں بلکہ کتاب وسنت اور دور عمرؓ کے پہلے دو سال تک کے عمل پر ہے یہی بات محترم (حافظ صلاح الدین یوسف) صاحب نے سمجھانے کی کوشش کی ہے مگر مولانا سرفراز صاحب کی سمجھ میں نہیں آ سکی۔

حنفی مذہب کی بنیاد:

اس کے برعکس حنفی مذہب کی بنیاد ان کے ائمہ کے آراء واقوال پر ہے چنانچہ ان کا اصول ہے کہ ان کے مذہب حنفی کے خلاف قرآن وحدیث میں کوئی آیت ہو تو اس کی تاویل کر کے حنفی مسلک کے مطابق بنائیں گے اگر تاویل سے کام نہ چلا تو آیت اور حدیث کو منسوخ سمجھیں گے مگر اپنے ائمہ کے قول وعمل کو نہیں چھوڑیں گے۔ (اصول کرخی، ص ۱۰) مزید معلومات کے لیے ہماری کتاب (اصدق الکلام) کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔

تضاد بیانی:

مقلد:

معاف رکھنا جو ایک خالص دینی اور شرعی مسئلہ ہے اور جس کا ثبوت ظاہر قرآن کریم کے علاوہ صحیح اور صریح احادیث سے ہے اور جس پر حضرات صحابہ کرامؓ اور ائمہ اربعہ اور محدثین کرام اور جمہور امت کا اجماع واتفاق ہے وہ اگر چہ مگر چہ کے غیر شرعی قانون سے کیسے متاثر ہو سکتا ہے۔ (الخ ص ۹)

محقق:

معاف رکھنا اگر واقعتاً ایسا ہی تھا جیسا کہ آپ نے بیان کیا ہے تو پھر اسے بدعت حرام اور گناہ کہنا ظاہر قرآن کریم کے علاوہ صحیح اور صریح احادیث، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ اربعہؒ اور محدثین کرامؒ اور جمہور امتؒ کے اجماع اور اتفاق کی مخالفت

ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر آپ کا ثابت کرنا صحیح نہیں' اگر ثابت ہے تو پھر بدعت حرام اور گناہ کہنے کی جرأت اور جسارت کیسے؟ آخر یہ تضاد بیانی کیوں؟ ایک طرف تو بدعت کے خلاف کتابیں لکھی جاتی ہیں' جبکہ مطلب برآری کے لیے اس بدعت حرام اور گناہ کو ثابت کرنے کے لیے قرآن وحدیث' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ائمہ دینؒ کے نام پر مغالطہ دیا جاتا ہے' یہ محض تقلید ناسدید کی مہربانیاں ہیں' اللہ تعالیٰ ہمیں اس غلط روش سے محفوظ فرمائے اور کتاب وسنت پر عمل کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین!)

باب اوّل

مقلد کی پہلی دلیل:

مقلد:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ طلاق رجعی دو دفعہ ہے اس کے بعد ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا﴾ الآیۃ۔ میں حرفِ فا کے ساتھ (جو اکثر تعقیب بلامہلہ کے لیے آتا ہے) یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر دو مرتبہ طلاق دے چکنے کے بعد فوری طور پر (یعنی تیسری) طلاق دے دے تو اب وہ عورت اس مرد کے لیے حلال نہیں۔ تاوقتیکہ وہ شرعی قاعدہ کے مطابق کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے اور پھر وہ اپنی مرضی سے طلاق دے اور عدّت گزر جائے۔ اس جگہ اگر صرف ثم یا اسی قسم کا کوئی اور حرف ہوتا جو مہلت اور تاخیر پر دلالت کرتا تو اس کا مطلب متعین طور پر یہ ہوسکتا تھا کہ ایک طہر میں ایک طلاق دوسرے طہر میں دوسری طلاق اور پھر تیسرے طہر میں تیسری طلاق ہی متعین ہے مگر واقعہ یوں نہیں ہے یہاں حرف فا ہے جس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ دو طلاق کے بعد اگر فی الفور تیسری طلاق بھی کسی نادان نے دے دی تو اب اس کی بیوی اس کے لیے حلال نہیں ہے۔ (الخ ص ۵۲۔۵۱)

محقق:

مولانا سرفراز صاحب یہاں کئی ایک تضادات کا شکار ہوئے ہیں۔

① اگر ان کا فا والا قانون صحیح ہوتا تو پھر یہ نہ کہتے کہ ہاں عموم الفاظ اور دیگر دلائل کے پیش نظر ہر ہر طہر پر دی گئی طلاق بھی اس کے عموم میں شامل ہے جیسا کہ موصوف نے خود علامہ ابن حزمؒ کے حوالہ سے پہلے اسی آیت سے استدلال گزر چکا ہے اور ان کا یہ قول بھی بیان ہو چکا ہے «فهذا يقع على

الثلاث مجموعة ومفرقة»۔ کہ یہ قول تین اکٹھی طلاقوں پر اور جدا جدا دونوں پر صادق آتا ہے۔(الخ ص۵۲)

۲ اگر فا بلا مہلت کے لیے ہی تھا جو آپ ثابت کر رہے ہیں تو بقول موصوف کے جس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ دو طلاق کے بعد اگر فی الفور تیسری طلاق بھی کسی نادان نے دے دی تو اب اس کی بیوی اس کے لیے حلال نہیں...... الخ۔ جب آپ قرآن سے ثابت کر رہے ہیں تو اس پر عمل کرنے والا نادان کیسے ہوا وہ تو قرآن کا عامل ہونا چاہیے تھا مگر آپ اسے نادان کہتے ہیں کیا قرآن پر عمل کرنے والا بھی نادان ہوتا ہے۔(معاذ اللہ) لہٰذا معلوم ہوا کہ ان دونوں میں سے ایک بات ضرور غلط ہے۔

۳ اگر آپ کا فا والا قانون مان لیں جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ایک ہی مجلس اور ایک ہی جگہ میں تین طلاقیں دی جائیں۔(الخ ص۵۲) تو پھر آپ کا بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو بدعت، حرام اور گناہ کہنا غلط اور قرآن کے خلاف ہوگا کیونکہ یہ بقول آپ کے اس فا کے قانون سے ثابت ہے۔

۴ اگر آپ کا فا والا قانون مان لیں تو پھر آپ کی طلاق حسن والی قسم بھی اس قانون کے مخالف ٹھہرے گی کیونکہ اس میں احناف کہتے ہیں کہ طلاق حسن یہ ہے کہ ہر ہر طہر میں ایک ایک طلاق دی جائے۔

۵ اگر آپ کا فی الفور والا مسئلہ مان لیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ ہر ہر طہر میں طلاق دینے سے بیوی حرام نہ ہوگی کیونکہ ہر ہر طہر میں طلاق دیتے وقت کم از کم دو ماہ تو لگیں گے اور یہ فی الفور والے الفاظ کے مخالف ہے لہٰذا تین طہر میں تین طلاقیں دینا بوجہ تاخیر کے درست نہ ہوگا اور اس طرح بیوی حرام نہ ہوگی۔

۶ آپ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ دو رجعی طلاقوں کے بعد کسی نے تیسری

طلاق دے دی تو پھر اس کی بیوی اس کے لیے حرام ہے اور اس کا کوئی بھی منکر نہیں ہے اور ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ کا تقاضہ بھی یہی ہے نہ کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا درست ہے اگر اکٹھی تین کو تین ہی شمار کرنا ہوتا تو دو رجعی کہنے کا کیا معنیٰ؟ رجعی تو تب ہی ہوں گی جب رجوع کا موقعہ دیں گے۔

۷ یہ قانون صرف اسی کے لیے ہی نہ رہے گا بلکہ دوسرے آدمی کے لیے بھی سمجھا جائے گا کیونکہ وہاں بھی فا تعقیب یعنی الآیۃ ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا﴾ میں موجود ہے۔ جس کا مطلب ہوگا کہ دوسرا خاوند نکاح کے فوراً بعد بلا مہلت طلاق دے دے تو پہلے خاوند کے لیے حلال ہوگی اگر کچھ دیر کے بعد دے گا تو پھر پہلے کے لیے حلال نہ ہوگی۔

قارئین! غور فرمائیں کہ یہی فا ﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ﴾ میں بھی ہے پھر اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ رجوع والی طلاق کے بعد خاوند اگر فوراً رجوع کرے تو رجوع ہوگا لیکن اگر کچھ دیر ہوگئی تو رجوع نہ ہوگا اور ﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ﴾ کے الفاظ سے تو پتہ چلتا ہے کہ تین تو درکنار دو طلاقیں بھی بیک وقت دینا اس آیت کے صریح مفہوم کے مخالف ہے کیونکہ ﴿إِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ﴾ کا تعلق پہلی طلاق کے بعد بھی ہے اور دوسری کے بعد بھی لہٰذا جو تیسری طلاق کے وقت لفظ فا استعمال ہوا ہے وہی تعقیب بلا مہلت کے لیے کیوں؟ جبکہ درمیان میں خلع کے احکام بھی بیان ہوئے ہیں۔

مولانا سرفراز صاحب کی قانون شکنی:

موصوف محدث عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ کے جواب میں لکھتے ہیں: ''اگر (فخرج) میں حرف فاء کو مبارکپوری صاحبؒ تعقیب بلا مہلہ کے لیے سمجھتے ہیں اور اس پر اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھتے ہیں تو یہ ان کو سراسر مضر پڑے گا...... الخ۔

نیز حاشیہ پر لکھتے ہیں' (فمات) میں بھی حرف فاء ہے' کیا مبارکپوری صاحبؒ کی تحقیق میں مسجد سے نکلنے کے فورا بعد آپ کی وفات ہوگئی تھی' یا چار پانچ

دن کے بعد وفات ہوئی تھی؟ (دیکھئے البدایہ والنہایہ: ۵/ ۲۲۸ وغیرہ)

اگر ان کے نزدیک ہر مقام پر حرفِ فاء تعقیب بلا مہلہ کے لیے آتا ہے تو وہ ﴿وَإِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا﴾ الآیہ۔ میں اور ﴿إِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ﴾ میں اور «إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ» میں اور «تزوج فلان فولد له». وغیرہ وغیرہ مقامات میں کیا ارشاد فرمائیں گے؟ اور اگر ان مقامات میں حرف فاء تفصیل کے لیے ہے یا کسی اور مناسب معنی میں مستعمل ہوا ہے تو (فخرج) میں حرف فاء سے کوئی ایسا مناسب اور موزوں معنی کیوں نہیں لیا جا سکتا تاکہ دوسری صحیح روایات سے تعارض پیدا نہ ہو اور اگر مبارکپوری صاحبؒ اس پر بضد ہیں کہ حرف فاء تعقیب بلا مہلہ کے لیے ہی ہوتا ہے تو کامیابی پھر بھی جمہور کی ہوگی۔ کیونکہ قرآن کریم کی آیت ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ ......﴾ الآیہ۔ اور حدیث «اذا قرأ الإمام فأنصتوا» میں بھی ان کے اصول کے تحت حرف فاء تعقیب بلا مہلہ کے لیے ہوگا۔ اور مطلب یہ ہوگا کہ امام کی قراءت سورۂ فاتحہ سے شروع ہوا کرتی ہے نہ کہ مازاد علی الفاتحہ سے۔ لہٰذا مقتدیوں پر سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ممنوع ٹھہرا۔ اور قراءت کو مازاد علی الفاتحہ پر عمل کرنے کی رٹ باطل ہوگی۔ (احسن الکلام ص ۳۱۵-۳۱۶)

خلاصہ:

یہ کہ اگر فا کو تعقیب بلا مہلت قرار دینا ہی ہے تو کیوں نہ فامساک کی فا کو تعقیب سمجھا جائے جو ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ کے ساتھ ہی واقع ہے اتنا دور جا کر ﴿فان طلقها﴾ کی فا کو تعقیب بلا مہلت قرار دینا کوئی دانش مندی نہیں ہے اور موصوف کا یہ کہنا کہ اس جگہ ثُمَّ یا اسی قسم کا کوئی اور حرف ہوتا...... الخ۔ بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ان کی یہ بات صحیح مان لی جائے تو پھر ماننا پڑے گا کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں ہی صحیح اور درست ہیں ہر ہر طہر میں طلاق دینا درست نہیں ہے جبکہ خود ہی طلاق حسن کے بیان میں فرماتے ہیں کہ ”ہر ہر طہر میں طلاق دینا

طلاق حسن ہے۔ اور یہ الفاظ بھی عموم الفاظ اور دیگر دلائل کے پیش نظر ہر ہر طہر پر دی گئی طلاق بھی اس کے عموم میں شامل ہے۔'' تو معلوم ہوا کہ یہ بھی ان کی اپنے ہی مسئلہ کے خلاف تضاد بیانی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں پھر خود ہی فرماتے ہیں کہ طلاق رجعی دو دفعہ ہے الآیہ...... الخ۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ کا مطلب ہے کہ دو دفعہ رجوع یا مختلف اوقات میں دو طلاقیں دینے کے بعد اب تیسری طلاق دے گا تو پھر رجوع کی گنجائش نہیں۔

انکار تو ہے بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے تین ہونے کا اور ان کا یقیناً اس آیت میں ذکر نہیں۔

مولوی سرفراز صاحب کی تضاد بیانی:

مقلد:

اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر اور مفہوم میں دفعۃً تین طلاقیں دینا بھی داخل ہے اور یہ متفرق طور پر ہی تین طلاقوں کے لیے ہی متعین نہیں نہ اس میں یہ نص ہے کہ دفعۃً تین طلاقوں کو یہ شامل نہ ہو۔ ص ۵۳۔

محقق:

اگر ایسا ہی تھا جیسا کہ آپ لکھ رہے ہیں تو پھر بیک وقت کی تین طلاقوں کو بدعت' حرام اور گناہ لکھ کر اس آیت کریمہ کی تفسیر اور مفہوم کی مخالفت کیوں کی؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی محض دھوکہ ہے کیونکہ بدعت' حرام اور گناہ کے کرنے کا مفہوم قرآن کی کسی آیت سے ثابت نہیں اگر یہ بات درست ہے تو پھر آپ نے یہ کیوں لکھا ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاں شرک کے بعد بدعت سے زیادہ بری اور مبغوض چیز اور کوئی نہ تھی گویا ان کے نزدیک بدعت کے لفظ کا اطلاق کر دینا ہی اس فعل کے ناجائز و حرام ہونے کی بڑی سند ہوتی تھی۔ اگر ان کے نزدیک عدم جواز کے لیے بدعت سے زیادہ سنگین کوئی لفظ ہوتا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے استعمال کرنے سے بھی ہرگز وہ نہ

چوکتے......الخ۔ (تفریح الخواطر فی ردِ تنویر الخواطر ص۵۵۔۵۴۔تاریخ اشاعت ۱۹۷۷ء)

قارئین! غور فرمائیں ایک طرف تو لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک لفظ بدعت ہی اس فعل کے ناجائز وحرام ہونے کی بڑی سند ہوتی تھی اور دوسری طرف خود اس کو قرآن وحدیث سے بھی ثابت کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ (معاذ اللہ) اور مولانا سرفراز صاحب کا یہ کہنا الغرض تین طلاقوں کا بیک کلمہ اور ایک مجلس میں واقع ہونا قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے ثابت ہے اور جمہور کا اس سے استدلال بالکل صحیح اور درست ہے۔ قرآن نافہمی کا منہ بولتا ثبوت ہے اور یہ بات سیاق کے اعتبار سے ہرگز درست نہیں۔! قارئین محترم اگر طلاق بدعت کا ثبوت قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے تو پھر ان کی اپنی بیان کردہ طلاق کی تین اقسام۔ طلاق احسن، حسن (بدعت) کا خلاف ہونا لازم آئے گا۔ رہی بات علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کی، تو ان کی بات عین حق ہے اگر تقلید کی وجہ سے صاحب عمدہ کی سمجھ میں نہ آئے تو اس میں قاضی صاحب کا کیا قصور۔ کون نہیں جانتا کہ جب کسی مسئلہ پر عام اور خاص دونوں قسم کے دلائل موجود ہوں تو عام کی خاص سے تخصیص کی جاتی ہے اور یہی بات علامہ شوکانی نے کی ہے۔ مقلدین کی پیش کردہ بعض مطلق آیات اور احادیث کو بعض مخصوص دلائل سے مقید کیا جائے گا۔

مولانا عبدالحیٔ حنفی صاحب کا فتویٰ:

مقلد:

حضرت مولانا محمد عبدالحیٔ حنفی صاحب لکھنوی المتوفی ۱۳۰۴ھ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا اسی اَمر پر اہتمام کرنا اور تینوں طلاقوں کے وقوع کا حکم دینا اگرچہ ایک جلسہ میں ہوں صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے اور یہی قول موافق ظاہر قرآن کے ہے۔
(مجموعہ فتاویٰ ص۴۹۵ عمدۃ ص۵۳)

محقق:

اگر یہی قول موافق ظاہر قرآن تھا تو پھر آپ کو اسے بدعت، حرام اور گناہ کہنے

کی کس دلیل نے جرأت عطا کی ہے۔ اور خود اس کی مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ رہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اہتمام کرنا تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ آپ تو اس مسلم والی حدیث کو صحیح مانتے ہی نہیں جب آپ کے نزدیک روایت ہی صحیح نہیں تو حضرت عمرؓ کے اہتمام کرنے کا کیا معنیٰ ؟ اگر صحیح ہے تو آپ کے وہ تمام اعتراضات باطل ہو جاتے ہیں جو آپ نے باب نمبر ۲ میں اہل حدیث کی دلیل نمبر ا پر کئے ہیں۔ مثلاً آپ نے لکھا ہے کہ پھر اس میں دور نبوتؐ دور صدیق رضی اللہ عنہ اور دور عمر رضی اللہ عنہ کے پہلے دو تین سال تک یعنی ۱۵ھ تک تین طلاقوں کو ایک شمار کرنے کا ذکر ہے وہ کیوں قبول نہیں۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل اسلام بقول آپ کے اس بدعت، حرام اور گناہ کے مرتکب ہوتے رہے اور اس ظاہر قرآن کی مخالفت ہی کرتے رہے۔ پھر مولانا حنفی نے قول ثانی کے تحت ان لوگوں کے نام بھی لکھے ہیں جو بیک وقت تین طلاقوں کو ایک قرار دیتے ہیں (عمدۃ الرّعایہ) کیا وہ سب اس کے منکر اور مخالف تھے؟ لہٰذا مولانا کا قول پیش کرنا آپ کو چنداں مفید نہیں۔

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کی حقیقت:

مقلد:

مشہور غیر مقلد عالم حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی المتوفی ۱۳۷۵ھ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا یہ حکم کہ (تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں) قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے اخبار اہل حدیث ۱۵ نومبر ۱۹۲۹ء عمدۃ ص ۵۳۔

محقق:

میر صاحبؒ نے جو لکھا تھا شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی پرچہ میں اس پر تعاقب بھی شائع کر دیا تھا آپ کو میر صاحب کا فتویٰ تو نظر آ گیا مگر اس پر تعاقب نظر نہ آیا آپ نے بار بار اہل حدیث کو غیر مقلد لکھا ہے جس کا مطلب ہے کہ کسی کی بات کو بغیر دلیل کے نہ ماننے والے، تو جب ہم کسی بھی امام اور بزرگ کی بات بغیر دلیل کے

نہیں مانتے تو میر صاحبؒ کی بلا دلیل کیسے مان لیں گے اور میر صاحب خود اسی پرچہ کے صفحہ نمبر ۶ کالم نمبر ۱ میں فرماتے ہیں (عمرؓ نے) صرف یہ کیا ہے کہ اس کے ایک ہی دفعہ تین طلاق دینے پر تین طلاق ہی کا حکم جاری کر دیا اگر مولانا کی پہلی بات قرآن و حدیث سے ماخوذ والی صحیح ہوتی تو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ عمرؓ نے تین طلاق دینے پر تین طلاق ہی کا حکم دیا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے تھا کہ قرآن وحدیث نے تین کو تین کہا ہے میر صاحبؒ کی اس بات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ دفعۃً تین کو تین عمرؓ نے خود کیا ہے نیز میر صاحبؒ نے قرآن کی کسی آیت یا حدیث میں سے کسی حدیث کا حوالہ نہیں دیا جس میں دفعۃً دی گئی تین طلاقوں کو تین کہا ہو اس کے برعکس عمرؓ کے فتویٰ کو اجتہاد اور احتمال پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ مسئلہ قرآن وحدیث کی نصوص سے ثابت نہیں کیونکہ اجتہاد اور احتمال ہوتا ہی وہاں ہے جہاں واضح نص موجود نہ ہو اور یہ قانون بھی اہل علم جانتے ہیں کہ «إذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال»۔ کہ جب کسی مسئلہ میں کئی احتمال ہوں تو خاص استدلال باطل ہو جاتا ہے اس لیے کہ دعویٰ خاص کی دلیل بھی خاص ہوا کرتی ہے۔

(ملاحظہ ہو اشرف علی تھانوی کی احیاء السنن ۱/ ۱۹، ۵۴، ۶۷، ۱۰۶ وغیرہ۔ اسی طرح اعلاء السنن ۱/ ۳۰، ۳۴، ۵۰۹، ۲۲، ۲۸۲، ۲۸۳، ۹۸، ۳ وغیرہ)

احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے کہ: ''عقل ونقل کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ إذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال.''

(الامن والعلی ص ۱۶۸، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور۔ نیز دیکھیں دلائل المسائل ص ۲۱۱، فقہ الفقیہ ص ۳۰۴، از ابو یوسف محمد شریف مالیر کوٹلوی، اثبات علم غیب ۱/ ۱۲۲، از غلام فرید ہزاروی، ذکر بالجہر ص ۲۰۳، از غلام رسول سعیدی)

ثانیاً:۔ میر صاحبؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ورسول اللہ ﷺ کے دین میں کسی بڑے سے بڑے کو بھی ترمیم و مداخلت کی گنجائش نہیں، چاہے وہ بادشاہ ہو چاہے شیخ الاسلام ہو چاہے مفتی و مجتہد اعظم ہو، پیر و مرشد ہو یا ماں باپ اور استاذ

ہوں۔غرض کوئی بھی کیوں نہ ہو کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اس میں کامل اور اکمل میں کسی نوع کا بھی تصرف و ترمیم کر سکے۔ چنانچہ اس اصول سے جناب مولانا (ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ) بوجہ اہل حدیث ہونے کے حضرت عمرؓ کے اس حکم کے پابند نہیں ہیں صفحہ ۵ میر صاحبؒ کی اس عبارت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ قرآن وحدیث سے ماخوذ نہ تھا' ورنہ یہ نہ فرماتے کہ مولانا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ بوجہ اہل حدیث ہونے کے عمر رضی اللہ عنہ کے اس حکم کے پابند نہیں ہیں۔کیا قرآن وحدیث کا بھی کوئی مسلمان پابند نہیں ہے آخر اس کی جرأت کس نے دی ہے؟

خلاصہ:

خلاصہ یہ ہے کہ مولانا میر صاحبؒ کا یہ کہنا کہ حضرت عمرؓ کا فتویٰ قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے محض اُن کی اپنی ذاتی رائے ہے جس کی قرآن وحدیث بلکہ میر صاحبؒ کے اپنے بیان سے بھی تردید ہوتی ہے۔صاحب عمدۃ نے مولانا عتیق الرحمان عثمانی دیوبندی اور دیگر علماء احناف کے کتاب وسنت پر مبنی بیان (ایک وقت کی تین طلاقیں ایک تھیں) پر بھی افسوس کا اظہار کیا ہے کہ انھوں نے کیا کہہ ڈالا ہے۔(عمدۃ ص ۱۰)

گویا ان کو قرآن وحدیث پر مبنی بات بھی اگرچہ ان کے اپنے علماء نے ہی کیوں نہ کہی ہو برداشت نہیں اور اپنے مخالف علماء کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان حضرات کے بے جان اور بے وقعت فتوے مچھر کے پر کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔(الخ ص ۱۰)

ہم بھی مولانا سرفراز صاحب پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ ایک طرف تو اپنے ہم مسلک علماء کے اس بارہ میں فتاویٰ جات کو جو کتاب وسنت پر مبنی ہیں کو بے جان کہہ کر رد کر رہے ہیں۔اور دوسری طرف اپنے سے اختلاف رکھنے والے مخالف فریق یعنی میر صاحبؒ کی بے جان بات کو دلیل کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔یہ تضاد بیانی محض ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہے۔اس کے سوا اس کی کچھ حیثیت نہیں اس

کے برعکس حضرت عمرؓ نے بیک وقت تین طلاقیں دینے والے کو کوڑے مارے تھے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایک وقت کی تین طلاقیں قرآن وحدیث سے ماخوذ نہیں اگر قرآن وسنت سے ماخوذ مانیں گے تو پھر ماننا پڑے گا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرآن وسنت کے عاملین کو کوڑے مارتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سزا دینے کا ذکر موصوف نے خود بھی عمدۃ ص ۶۷ میں کیا ہے۔ تفصیلی گفتگو آگے آئے گی ان شاءاللہ تعالیٰ۔

مولانا فضل الرحمٰن کا اعلان حق:

دیوبند کی عزت اور وقار مفتی محمود صاحب (سابق وزیر اعلیٰ سرحد) کے فرزند ارجمند قائد حزب اختلاف اور متحدہ مجلس عمل کے سیکرٹری جنرل مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ:

"متحدہ مجلس عمل کی حکومت سرحد میں بیک وقت تین طلاقوں کو قابل تعزیر جرم قرار دینے والی ہے۔"

(روزنامہ آواز لاہور، پیر ۶/ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ ۲۳/ اگست ۲۰۰۴ء جلد ۷ شمارہ ۱۲۷)

مقلد کی دلیل نمبر ۲:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: «إن رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبي ﷺ أتحل للأول؟ قال: لا حتى يذوق عسيلتها كما ذاقتها». (رواہ البخاری ۲/۷۹۱ واللفظ لہ۔ ومسلم ۱/۴۶۳۔ وسنن الکبری ۷/۳۳۴) اس حدیث میں "طلق امراته ثلاثا" کا جملہ بظاہر اسی کا مقتضی ہے کہ یہ تین طلاقیں اکٹھی اور دفعۃً دی گئی تھیں۔ (الخ ص ۵۴)

محقق:

اس حدیث کے الفاظ میں کوئی ایک حرف بھی ایسا نہیں ہے کہ جس سے دفعۃً تین طلاقوں کے وقوع کا ثبوت ملتا ہو محض احتمال پر اتنے بڑے مسئلہ کی بنیاد رکھنا کوئی عقلمندی نہیں نیز احتمال تو کسی بھی مسئلہ کا یقینی حل نہیں ہوا کرتا کیونکہ یہ

قانون ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کئی احتمال ہوں تو ایک پر دلیل قائم نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ مختلف احتمالوں میں ایک پر اعتماد باطل ہو جاتا ہے اور یہ بھی قانون ہے کہ عام روایات کو خاص پر محمول کر کے بظاہر دونوں کا تعارض ختم کیا جائے گا۔ لہٰذا اس مبہم روایت کو مفصل پر پیش کر کے صحیح مطلب سمجھا جائے گا۔

کیونکہ ایک حدیث کو مختلف طرق' معاجم' مسانید' صحاح وسنن وغیرہ میں دیکھ کر پھر حکم لگایا جاتا ہے' لہٰذا مسئلہ کی صحیح نوعیت متعین کی جاتی ہے' دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا انور شاہ کاشمیری رقمطراز ہیں: «واعلم أن الحديث لم يجمع إلا قطعة قطعة فتكون قطعة منه عند واحد وقطعة أخرى عند واحد فيجمع طرقه ويعمل بالقدر المشترك ولا يجعل كل قطعة منه حديثا مستقلا». (فیض الباری ۳/۴۰۰' كتاب الجهاد' باب كيف يعرض الإسلام على الصبى)

مولانا احمد رضا خان نے لکھا ہے کہ:

> ''ملا جی! دعویٰ اجتہاد پر ادھار کھائے پھرتے ہو اور علم حدیث کی ہوا نہ لگی' احادیث مرویہ بالمعنی صحیحین وغیرہما صحاح وسنن مسانید ومعاجم وجوامع واجزاء وغیرہا میں دیکھئے صدہا مثالیں اس کی پایئے گا کہ ایک ہی حدیث کو رواۃ بالمعنی کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں' کوئی پوری' کوئی ایک ٹکڑا کوئی دوسرا کوئی کس طرح کوئی کس طرح جمع طرق سے پوری بات کا پتا چلتا ہے۔''
>
> (فتاویٰ رضویہ ۵/۳۰۱' مطبوعہ جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور)

وہ یہ کہ حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو بتہ یعنی مختلف اوقات میں تین طلاقیں دی تھیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «ويؤيد الثانى أنه سيأتى فى كتاب الأدب من وجه آخر أنها قالت:

طلقني آخر ثلاث تطليقات وهذا يرجع أن المراد بالترجمة بيان من أجاز الطلاق الثلاث ولم يكرهه»۔(فتح الباری۹/ ۳٦۷) کہ تین علیحدہ دی گئی طلاقوں کی تائید میں کتاب الادب کی روایت ہے جس میں ہے کہ اس عورت نے کہا مجھے تین طلاقوں کی آخری طلاق دے دی۔ یہ اس بات کو ترجیح دیتی ہے کہ ترجمۃ الباب میں تین طلاقوں (متفرقہ) کی اجازت بغیر کراہت کے ثابت ہوتی ہے۔ نیز فرماتے ہیں:«وفي الترجمة إشارة إلى أن من السلف من لم يجز وقوع الطلاق الثلاث»۔(فتح الباری۹/۳٦۲) کہ ترجمۃ الباب میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سلف میں ایسے لوگ رہے ہیں جو تین طلاق کے وقوع کو جائز نہیں کہتے مزید تفصیل کے لیے راقم کی کتاب ''طلاق ثلاثہ وحلالہ'' ملاحظہ فرمائیں رہا موصوف کا یہ کہنا کہ اس میں کسی کا انکار منقول نہیں بجز ان کے جو اس کو جائز نہیں سمجھتے۔ (الخ ص ۵۵) درست نہیں' کیونکہ وہ خود اسے بدعت حرام اور گناہ کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ اسے جائز بھی نہیں سمجھتے ہیں۔ نیز کیا جائز نہ سمجھنے والے انکاری نہیں ہیں' اگر انکاری نہیں تو ناجائز سمجھنے کا کیا معنی۔

خلاصہ:

خلاصہ یہ ہے کہ اس دلیل میں بھی دفعۃً تین طلاقوں کا قطعاً کوئی ذکر نہیں' محض موصوف کی سینہ زوری ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

مقلد کی دلیل نمبر۳:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا«عن الرجال يتزوج المرأة فيطلقها ثلاثا. فقالت: قال رسول الله ﷺ: لا تحل للأول حتى يذوق الآخر عسيلتها وتذوق عسيلته»۔ (مسلم ۱/ ۴٦۳' سنن الکبریٰ ۷/ ۳۷۴۔ واللفظ لہ)(عمدۃ ص ۵۷)

محقق:

اس سے بھی وہی استدلال ہے اور ہمارا بھی وہی جواب ہے جو کہ دلیل نمبر ۲ کا ہے کیونکہ اس میں بھی دفعۃً تین طلاقوں کے وقوع کا کوئی حرف نہیں جو کہ محل نزاع پر فیصل ہو اور علیحدہ علیحدہ تین طلاقوں کے بعد ہم بھی رجوع کے قائل نہیں لہٰذا جس بات میں اختلاف ہی نہیں اسے بار بار پیش کرنا محض عوام کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔

مقلد کی دلیل نمبر ۴:

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جو ص ۲۷ میں گزر چکی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اکٹھی تین طلاقیں دے دیں تو آپ نے ان کو تین ہی قرار دیا یہ الگ بات ہے کہ دفعۃً تین طلاقیں دینے پر ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا مگر ان کو جاری فرمایا۔ اگر دفعۃً تین طلاقیں دینا حرام قطعی اور غیر معتبر ہوتا تو آپ ان کو جاری نہ فرماتے بلکہ ان کو رد کر دیتے مگر رد کا کوئی لفظ حدیث میں مذکور نہیں ہے۔ (عمدۃ ص ۵۷)

محقق:

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کو تین کہہ کر نافذ کیا تھا' کیونکہ اس حدیث میں کوئی ایک حرف بھی ایسا نہیں ہے جس کا معنی یہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک وقت تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا تھا۔ اگر دفعۃً تین طلاقیں دینا حرام قطعی تھا اور غیر معتبر نہ تھا تو آپ نے خود اسے حرام' گناہ اور بدعت کیوں لکھا ہے؟ کیا سنت کو بدعت کہنا ظلم نہیں ہے؟ نہایت افسوس ہے کہ ایک طرف سنت قرار دے رہے ہیں اور دوسری طرف بدعت' حرام اور گناہ بھی کہتے جاتے ہیں۔ پھر اسی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ: «فقام غضبانا ثم قال: أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم حتى قام رجل وقال يا رسول الله ألا أقتله». (عمدۃ ص ۲۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں اٹھ کھڑے ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا

''کیا میری موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کھیلا جا رہا ہے؟'' حتی کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ حضرت کیا میں اس شخص کو قتل نہ کر دوں؟

قارئین! اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے اگر یہ بات قرآن و حدیث سے ثابت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اسے کتاب اللہ سے کھیل قرار دے سکتے تھے؟۔اور صحابی اس آدمی کو قتل کرنے کی اجازت مانگ سکتے تھے؟ ہرگز نہیں تو معلوم ہوا کہ اس حدیث سے تین طلاقوں کے واقعہ ہونے کی دلیل لینا قطعاً درست نہیں بلکہ حدیث کے خلاف ہے کیونکہ جس فعل کو آپ ؐ کتاب اللہ سے کھیل کہہ رہے ہیں اسے نافذ کیسے فرما سکتے ہیں؟

مقلد کی دلیل نمبر ۵:

حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے (جو ص ۲۵ میں نقل کی جا چکی ہے) کہ انھوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے اور آپ ﷺ کی موجودگی میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور آپ ﷺ نے سکوت فرمایا اگر دفعۃً تین طلاقیں حرام ہوتیں اور تین کا شرعاً اعتبار نہ ہوتا اور تین طلاقیں ایک طلاق تصور کی جاتی تو اس جزو میں آپ ضرور حکم ارشاد فرماتے اور کسی طرح خاموشی اختیار نہ فرماتے۔ (عمدۃ ص ۵۶)

محقق:

مولانا سرفراز صاحب نے صرف آپ ﷺ کی خاموشی سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر تین طلاقیں دفعۃً ناجائز اور قطعی حرام ہوتیں تو آپ ﷺ اس پر ہرگز خاموشی اختیار نہ فرماتے لیکن ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ خود اسے بدعت حرام اور گناہ کہتے ہیں اگر آپ ؐ کی خاموشی دلیل مان لیں تو پھر بدعت، حرام اور گناہ والا فتویٰ اس خاموشی کے خلاف ہوگا آخر دونوں باتوں میں سے ایک کو تو چھوڑنا ہوگا۔ لیکن ایسا کرنا ان کے لیے ممکن نہیں کیونکہ وہ محض اہل حدیث اور حدیث کی ضد میں سب کچھ کر رہے ہیں ورنہ حقیقت کچھ بھی نہیں ہے

ایک طرف ایک بات کو ثابت کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف اسی کی مخالفت بھی کرتے جاتے ہیں یہ سب تقلید ناسدید کی مہربانیاں ہیں جس نے عقل وفہم کو ماؤف کردیا اور اس حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عویمرؓ نے اپنی مرضی سے آپ ﷺ کے حکم کے بغیر تین طلاقیں کہہ دیں جو لغو تھیں۔

اگرچہ مذکورہ حدیث کے الفاظ میں اس کی صراحت نہیں کہ عویمر رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل پر رسول اللہ ﷺ نے کیا ردعمل ظاہر کیا مگر یہ معلوم ہے کہ ایک ہی حدیث کو ایک راوی کبھی اختصار کے ساتھ بعض الفاظ اور تفصیلات کو حذف کر کے بیان کرتا ہے اور کبھی تفصیل کے ساتھ بلا حذف و بلا اختصار بیان کرتا ہے چنانچہ دوسرے مقام پر اس حدیث کے راوی صحابی سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ نے صراحت فرمادی ہے کہ عویمر رضی اللہ عنہ نے لعان کے بعد حکم نبوی ﷺ کے بغیر جو تینوں طلاقیں ایک مجلس میں دی تھیں ان پر رسول اکرمؐ نے ان الفاظ میں اپنا ردعمل ظاہر کیا تھا: «ذاكم التفريق بين كل متلاعنين». یعنی محض لعان ہی میاں بیوی کے درمیان باعث تفریق ہے۔ (صحیح بخاری مع فتح الباری، باب التلاعن فی المسجد ص ۴۵۲، صحیح مسلم مع شرح نووی ص ۴۸۹، ارواء الغلیل ص ۱۸۵)

مذکورہ بالا فرمان نبوی ﷺ سے صاف ظاہر ہے کہ صرف لعان ہی سے میاں بیوی کے درمیان تفریق واقع ہو جاتی ہے اس لیے حصول تفریق کے لیے لعان کرنے والے شوہر کو طلاق دینے کی کوئی ضرورت نہیں نہ ایک طلاق دینے کی حاجت ہے نہ ایک سے زیادہ کی، حاصل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے لعان کے بعد ایک مجلس میں عویمرؓ کی دی ہوئی تینوں طلاقوں کو لغو کالعدم قرار دے کر وضاحت کردی تھی کہ یہ طلاقیں بے موقع و بے محل ہیں کیونکہ محض لعان سے مقصود تفریق ہو چکی ہے اس لیے طلاق دینے کی کوئی ضرورت نہیں خواہ بیک وقت ایک طلاق دی جائے یا زیادہ چنانچہ اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ حضرت ابن

عباس سے بسند صحیح مروی ہے: «فرق رسول الله بينهما». یعنی «المتلاعنين وقضى أن لا بيت لها عليه ولا قوت من أجل أنهما يتفرقان من غير طلاق ولا متوفى عنها......الخ». (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۰/۱۶۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لعان کرنے والوں کے درمیان جدائی کرا دی اور فیصلہ فرمایا کہ اس عورت کے لیے نہ گھر ہے نہ خوراک ہے کیونکہ دونوں طلاق اور وفات کے بغیر جدا ہوئے ہیں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: «لاعن رسول الله ﷺ بين رجل من الأنصار وامرأته وفرق بينهما». (اخرجہ البخاری والمسلم والشافعی وابن الجارود ص ۷۵۴-۷۵۵' ارواء الغلیل علامہ البانیؒ ۷/ ۱۸۷) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا اور ان کے درمیان جدائی کرا دی۔

گھر کی شہادت:

امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک لعان کے بعد (طلاق کی ضرورت نہیں) کیونکہ ان کے نزدیک لعان خود طلاق بائنہ ہے چنانچہ کتاب الآ ثار امام محمدؒ میں ہے: «عن إبراهيم في المتلاعنين يفرق بينهما لأنها تطليقة بائن. قال محمد: وبه نأخذ وهو قول أبي حنيفة». (کتاب الآ ثار ص ۲۸۵-۲۸۶' الرحیم اکیڈمی کراچی' باب اللعان) ابراہیم سے روایت ہے لعان کرنے والوں کے بارے میں کہ لعان کے بعد ان کے درمیان جدائی کی جائے اس لیے کہ لعان طلاق بائنہ ہے امام محمدؒ نے کہا کہ اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے اس تفصیل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت کر دی ہے کہ لعان کرنے والے میاں بیوی کے درمیان طلاق کے بغیر محض لعان سے تفریق واقع ہو جاتی ہے لہٰذا ان حقائق کے ہوتے ہوئے مولانا سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے تھے غلط ثابت ہوتا ہے بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وقتی طور پر خاموش رہے تھے

تو اس کا جواب حنفی مسلک کے مشہور مفسر جناب پیر کرم شاہ الازہری حنفی مذہب کے بہت بڑے عالم شمس الائمہ امام سرخسی کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ اس وقت غصہ میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں یہ میری بات کا انکار کر کے کافر نہ ہو جائے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وقتی طور پر خاموش رہے۔ ملاحظہ ہو دعوت فکر ونظر مع ایک مجلس کی تین طلاق ص ۲۴۶ طبع لاہور۔

مقلد کی دلیل نمبر ۶:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بحالت حیض اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی پھر ارادہ کیا کہ باقی دو طلاقیں بھی باقی دو حیض (یا طہر) کے وقت دے دیں۔ آنحضرت کو اس کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح حکم تو نہیں دیا تو نے سنت کی خلاف ورزی کی ہے سنت تو یہ ہے کہ جب طہر کا زمانہ آئے تو ہر طہر کے وقت اس کو طلاق دے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ تو رجوع کر لے۔ چنانچہ میں نے رجوع کر لیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جب وہ طہر کے زمانے میں داخل ہو تو اس کو طلاق دے دیں اور مرضی ہوئی تو بیوی بنا کر رکھ لینا اس پر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو بتلائیں کہ اگر میں اس کو تین طلاقیں دے دیتا تو کیا میرے لیے حلال ہوتا کہ میں اس کی طرف رجوع کر لیتا؟ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں وہ تجھ سے جدا ہو جاتی اور یہ کاروائی معصیت ہوتی۔ (سنن الکبریٰ ص ۳۳۴، دار قطنی ص ۴۳۸، مجمع الزوائد ص ۳۳۶، نصب الرایہ ص ۲۲۰) اس روایت سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں دے چکنے کے بعد پھر رجوع کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ (الخ عمدۃ ص ۵۸، ۵۷)

محقق:

حضرات! آپ موصوف کی اپنی عبارت میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ پر غور فرمائیں (ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک طلاق بحالت حیض دی اور باقی دو طلاقیں بھی باقی دو

حیض (یا طہر) کے وقت کے دے دینے کا ارادہ کیا) یعنی علیحدہ علیحدہ اوقات میں تین طلاقیں دینے کا۔ نہ معلوم کہ مولانا سرفراز صاحب کو کونسا الہام ہوا ہے کہ اس روایت سے بیک وقت تین طلاقیں دینا ثابت ہے حالانکہ اس میں ایسا کوئی حرف نہیں ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ پھر معصیت اور گناہ کسے کہا گیا ہے تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ یہ تین علیحدہ علیحدہ کے بعد رجوع کرنے کے متعلق ہے اور اس روایت میں اکٹھی تین طلاقیں قطعی طور پر مراد نہیں ہوسکتیں۔ کیونکہ اس میں رجوع کو معصیت اور گناہ کہا گیا ہے اس کے برعکس بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک شمار کر کے رجوع کا حق دیا گیا ہے۔ لہٰذا لازماً اس سے مراد علیحدہ علیحدہ اوقات کی طلاقوں کے بعد رجوع منع سمجھا جائے گا اگر اس روایت سے بیک وقت تین طلاقیں مراد ہوتی تو موصوف اور دیگر احناف اسے بدعت' حرام اور گناہ نہ کہتے پھر اس کی سند پر بھی بہت کلام ہے۔

اس کی سند میں عطاء الخراسانی ہے جس کے بارے ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ "ردیئ الحفظ" اور "کثیر الوھم" ہے۔

(نصب الرایہ ۳/۲۲۱' کتاب المجروحین لابن حبان ۲/۱۳۱)

اور خود سرفراز صاحب نے لکھا ہے "اصول حدیث میں اس امر کی صراحت ہے کہ کثیر الغلط' کثیر الوہم ہونا جرح مفسر ہے اور ایسے راوی کی حدیث مردود روایتوں میں شامل ہے۔" (احسن الکلام ص ۵۱۹)

لہٰذا سرفراز صاحب کو خود اپنے ذکر کردہ اصول کے مطابق اس روایت کو مردود قرار دینا چاہئے اور بطور دلیل پیش کرنے سے باز رہنا چاہئے لیکن یاد رہے کہ مقلدین کا کوئی اصول وضابطہ نہیں ہوتا ان کے نزدیک اصل دلیل ان کے امام کا قول ہے اس کے موافق جو بات ہو وہ قبول ہوگی خواہ کتنی ہی ضعیف ومردود ہو اور جو مخالف ہوگی وہ رد کر دی جائے گی خواہ کتنی ہی اعلیٰ درجے کی صحیح کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ مقلدین کی کتب کے مطالعہ سے یہ بات ہر صاحب بصیرت پر عیاں ہے۔

(ملاحظہ فرمائیں اصول کرخی' جاء الحق' ارشاد القاری' تقریر ترمذی وطریقہ مولد شریف وغیرہ)

صحیح روایت میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طلاق حیض میں شمار کی گئی لیکن اس میں باقی دو دینے کا ذکر نہیں ہے لہٰذا یہ روایت شاذ اور بعض رواۃ کی وجہ سے ضعیف ہے اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ موصوف کا اس روایت کے روات کو ثقہ ثابت کرنے کی سعی بالکل بے کار اور فضول ہے کیونکہ اس میں اکٹھی تین طلاق کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔

مقلد کی دلیل نمبر ۷:

حضرت نافع بن عجیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی سہیمہ رضی اللہ عنہا کو بتہ (تعلق قطع کرنے والی) طلاق دی تو اس کے بعد انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور کہا: «واللہ ما أردت إلا واحدة. فقال رسول الله ﷺ، والله ما أردت إلا واحدة؟ فقال: ركانة رضي الله عنه: ما أردت إلا واحدة. فردها إليه رسول الله ﷺ فطلقها الثانية فی زمان عمر رضي الله عنه والثالثة فی زمان عثمان رضي الله عنه».

(ابوداود ۲/ ۳۰۰، والمستدرک ۲/ ۱۹۹، والدارقطنی ۲/ ۳۹، وموارد الظمآن ص ۳۲۱)

اگر لفظ بتہ سے دفعۃً تین طلاقیں پڑنے کا جواز ثابت نہ ہوتا تو آپؐ رکانہؓ کو کیوں قسم دیتے؟ چونکہ کنایہ کی طلاق میں نیت کا دخل بھی ہوتا ہے اور لفظ بتہ تین کا احتمال بھی رکھتا ہے اس لیے آپؐ نے ان کو قسم دی اگر تین کے بعد رجوع کا حق ہوتا اور تین ایک سمجھی جاتی تو آپؐ ان کو قسم نہ دیتے اور اس روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ دوسری طلاق انھوں نے حضرت عمرؓ کے دور میں اور تیسری حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں دی تھی الغرض یہ روایت ایک کلمہ اور ایک مجلس میں تین کے وقوع پر دلیل ہے۔

(عمدۃ ص ۶۱)

محقق:

مولانا سرفراز صاحب کی یہ روایت اور استدلال بوجوہ درست نہیں۔

(۱) لفظ بتہ سے دفعۃً تین طلاقیں پڑنے کا جواز ثابت ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکانہ

رضی اللہ عنہ کو کیوں رجوع کا حکم دیتے۔ اگر دفعۃً تین طلاقیں تین ہی ہو جاتی ہیں تو پھر بدعت حرام اور گناہ کیوں لکھا ہے۔ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اکٹھی تین طلاقوں پر کوڑے مارنا بھی حدیث کے خلاف ہوگا۔

﴿۲﴾ مولانا سرفراز صاحب نے ص ۱۲۱' ۱۲۳' ۱۲۴ پر لکھا ہے کہ طلاق تو مسخرہ سے بھی واقع ہو جاتی ہے اگر نیت والی بات مان لیں تو پھر مسخرہ والی بات کا انکار ہوگا اور طلاق دینے والا کہہ سکتا ہے کہ میری نیت طلاق دینے کی نہ تھی میں تو ویسے ہی مسخری کر رہا تھا اب فیصلہ خود فرمائیں اگر مسخری سے طلاق ہو جاتی ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ نیت کا کوئی اعتبار نہیں اور موصوف نے مسخری سے طلاق کے واقع ہونے پر ابو داؤد' ترمذی' ابن ماجہ' مستدرک حاکم' دار قطنی اور جامع الصغیر کے حوالہ سے حدیث حسن نقل کی ہے (عمدۃ ص ۱۲۴) لہٰذا اب ان کی نیت والی بات درست نہ ہوگی پھر موصوف نے خود لکھا ہے کہ صریح طلاق میں نیت کے شرط نہ ہونے پر ائمہ دین کا اجماع ہے۔ (ص ۱۴) نیز لکھا ہے غرض کہ لفظ طلاق بھی صریح ہو اور عورت کا بھی تعین ہو کہ وہ طلاق دینے والے کی منکوحہ ہے تو اس صورت میں نیت کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ بلا نیت بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ص ۱۴ پر لکھا ہے کہ (جس میں طلاق کا لفظ بھی صراحتہً مذکور ہو اور منکوحہ بیوی کی بھی تعیین ہو) نیت کی مطلقاً حاجت نہیں پڑتی اس میں بلا نیت بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے...... الخ۔ (ص ۱۵) لہٰذا معلوم ہوا کہ اس روایت میں طلاق صریح بھی ہے اور بیوی کی تعیین بھی اور طلاق البتہ کے الفاظ بھی لیکن پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ رضی اللہ عنہ کو رجوع کا حکم دیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایک وقت کی تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہے۔ نیز دیگر صحیح احادیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک ہی

شمار کیا تھا۔ اور ان میں نیت وغیرہ کا بھی ذکر نہیں ہے لہٰذا یہ روایت حنفی مذہب کے مخالف اور اہل حدیث کے موافق ہے موصوف کی نیت والی بات اس لیے درست نہیں کہ شریعت میں ظاہری اعمال پر حکم لگایا جاتا ہے مثلاً ایک آدمی اگر کسی آدمی کو بغیر قتل کی نیت کے قتل کر دیتا ہے۔ جیسے قتل خطأ وغیرہ تو شریعت یہ نہیں کہے گی کہ اس نے قتل کی نیت نہیں کی' لہٰذا اس کا اعتبار نہیں' بلکہ شریعت اسے قتل خطا کی سزا سنائے گی یعنی دیت دلائے گی۔

﴿۳﴾ اس حدیث کا دارومدار زبیر بن سعید نوفلی پر ہے اور وہ ضعیف ہے ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب (ص۳۱۵) میزان الاعتدال (ص۶۷ طبع سانگلہ ہل) التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی (۳۴/۴ طبع لاہور) ارواء الغلیل (ص۱۴۰) نیز اس میں بہت زیادہ اضطراب بھی پایا گیا ہے مثلاً کبھی کہتا ہے کہ: «عن عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانة حدثنی أبی عن جدی أنه طلق امرأته البتة». (سنن الدارمی ۲/۲۱۶) کبھی کہتا ہے: «عن عبداللہ بن علی بن رکانة عن أبیه عن جده». (سنن الدار قطنی ۳۴/۴) کبھی کہتا ہے کہ: «عن عبداللہ بن علی بن السائب». (سنن الدار قطنی ۴/ ۳۵) اور کبھی کہتا ہے کہ: «عن محمد بن إدریس حدثنی عمی محمد ابن علی عن ابن السائب». (ابوداود ۴/۳۰۰) وغیرہ انہی وجوہات کی بنا پر محدثین نے اسے ضعیف اور معلول قرار دیتے ہوئے ناقابل حجت قرار دیا ہے۔

﴿۴﴾ حضرت امام ذہبیؒ فرماتے ہیں علی بن یزید (د. ق) بن رکانة عن أبیه فی طلاق البتة. قال البخاری: لم یصح حدیثه. قلت: رواه جریر بن حازم عن الزبیر بن سعید حدثنا عبداللہ بن علی بن یزید عن أبیه عن جده أنه طلق امرأته البتة فأتی

النبي ﷺ فقال: «ما أردتَ بها؟» قال: واحدة. قال: «الله». قال: الله. قال: «فهو على ما أردت». تفرد بهذا جرير. (میزان الاعتدال ۱۶۱/۳) اس میں مولانا سرفراز صاحب کی اس بات کا رد بھی آ گیا کہ امام ذہبی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

حضرت امام عقیلیؒ فرماتے ہیں: حدثنا علی بن عبدالعزیز. قال: حدثنا أبوغسان مالك بن إسماعيل. قال: حدثنا جرير بن حازم، عن الزبير بن سعيد، عن عبدالله بن علی بن يزيد بن ركانة، عن أبيه، عن جده؛ أن ركانة طلق امرأته البتة فذكر أن النبی سئل عن ذلك فقال: «ما أردتَ؟» قال: أردت به واحدة. قال، قال: «إنما هی على ما أردت». حدثنی آدم بن موسى قال: سمعت البخاری قال: علی بن يزيد بن ركانة لم يصح حديثه. (الضعفاء الکبیر ۲۵۴/۳) امام بخاریؒ فرماتے ہیں علی بن یزید کی حدیث صحیح نہیں انہی وجوہات کی بنا پر محدثین نے اس روایت کو ضعیف اور معلول قرار دیتے ہوئے نا قابل حجت قرار دیا ہے۔

مقلد کی دلیل نمبر ۸:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا میں نے بحالت حیض اپنی بیوی کو بتہ طلاق (تعلق قطع کرنے والی اور یہاں مراد تین طلاقیں ہیں) دے دی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ تو نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے بالکل الگ ہوگئی۔ اس شخص نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی ایسا ہی پیش آیا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کو رجوع کا حق دیا تھا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا کہ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کی طرف رجوع کرے مگر اس کی طلاق باقی تھی اور تیرے لیے تو اپنی بیوی کی طرف رجوع کا حق باقی نہیں۔
(السنن الکبریٰ ص ۳۳۴ و مجمع الزوائد ص ۳۳۵ عمدۃ ص ۶۵)

محقق:

اس روایت کونقل کرنے کے بعد حضرت امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں: قال لنا أبوالقاسم: روى هذا الحديث غير واحد لم يذكر فيه كلام عمر ولا أعلمه روى هذا الكلام غير سعيد بن عبدالرحمن الجمحي. (سنن الدارقطنی) کہ امام ابوالقاسم نے فرمایا کہ یہ حدیث ایک سے زیادہ لوگوں نے روایت کی ہے مگر سعید بن عبدالرحمان جمحی کے علاوہ کسی نے بھی وہ الفاظ نہیں بیان کیے جو اس روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں اصل میں یہ فتویٰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے جس کو بیان کرنے والے راوی سعید بن عبدالرحمٰن نے اپنے ضعف حافظہ کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردیا ہے۔ نیز سعید بن عبدالرحمٰن یہ الفاظ بیان کرنے میں متفرد ہے اگر یہ اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح ثابت ہوتا تو بھی بوجہ موقوف ہونے کے حجت نہ ہوتا کیونکہ مولانا سرفراز صاحب خود فرماتے ہیں کہ موقوف روایت صحیح بھی مرفوع کے مقابلے میں حجت نہیں۔ (حوالہ راہ سنت ص ۱۱۴ نیز دیکھیں احسن الکلام ۴۰۹)

مقلد کی دلیل نمبر ۹:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب اسی قسم کے مسئلہ کے بارے میں سوال کیا جاتا تو وہ ان سے فرماتے کہ اگر تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو بے شک آنحضرتؐ نے (اس صورت میں) مجھے رجوع کا حکم دیا تھا اور اگر تم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں تو یقیناً وہ تم پر حرام ہوگئی ہے جب تک کہ وہ تیرے بغیر کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے اور اس طرح تو نے اپنی بیوی کو طلاق دینے میں اللہ کے حکم کی نافرمانی بھی کی ہے۔ (عمدۃ ص ٦٦)

محقق:

پیش کردہ روایت میں ایسا کوئی حرف نہیں جس کا معنیٰ یہ ہو کہ حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک وقت کی تین طلاقیں تین شمار کرتے تھے اور نہ ہی اس بات کی وضاحت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کرنے والے نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیں تھیں لہٰذا مولانا سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ (اس شخص نے دفعۃً تین طلاقیں دے دیں تھیں) قطعاً درست نہیں اگر ایسا ہوتا تو عبداللہ بن عمرؓ اگر کا لفظ نہ بولتے کیونکہ یہ یقین کا فائدہ نہیں دیتا بلکہ شک پر دلالت کرتا ہے پھر اسی روایت میں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ یہ واقعہ طلاق حیض کے متعلق ہے جس سے آپؐ نے رجوع کا حکم فرمایا اور ابن عمرؓ کا نافرمانی والا فتویٰ بھی طلاق حیض کے متعلق ہے کہ پہلی اور دوسری کے بعد تو رجوع ہوسکتا ہے البتہ تیسری کے بعد رجوع بھی نہ ہوگا اور حیض میں طلاق دینے کی وجہ سے نافرمانی بھی ہوگی جیسا کہ السنن الکبریٰ بیہقی کی اسی روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ موجود ہیں: «وعصيت الله فيها أمرك من طلاق امرأتك». کے ساتھ ہی «حين طلقتها في حال الحيض» جن کا صاف صاف مطلب ہے کہ یہ نافرمانی حیض کی حالت میں طلاق دینے کی وجہ سے ہے۔ ورنہ مختلف اوقات میں تین طلاق دینے کو تو کوئی بھی نافرمانی نہیں کہتا اور نہ ہی ان کے بعد کوئی رجوع کا قائل ہے اور یہی مسلک اہل حدیث کا ہے لہٰذا مولانا سرفراز صاحب کا اس روایت کو حیض کے الفاظ کے بغیر بیان کرنا ظلم اور عوام سے دھوکہ کے مترادف ہے۔ نیز اگر حیض کے علاوہ بھی ہو تو پھر بھی بوجہ موقوف ہونے کے قابل حجت نہ ہوگی۔

مقلد کی دلیل نمبر ۱۲۔۱۱۔۱۰:

خلاصہ دلیل نمبر ۱۰: عمر رضی اللہ عنہ نے مسخرہ مزاج کو ہزار طلاق دینے کی وجہ سے کوڑے مارے اور کہا تجھے تین ہی کافی تھیں۔

خلاصہ دلیل نمبر ۱۱: عمر رضی اللہ عنہ نے غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دینے والے کو کوڑے مارے اور کہا کہ اب وہ تیرے لیے حلال نہیں جب تک کسی اور سے نکاح نہ کرے۔

<u>خلاصہ دلیل نمبر ۱۲:</u> علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دے دے تو وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں جب تک کسی اور سے نکاح نہ کرے۔

<u>محقق:</u>

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اتنے بڑے بڑے علماء بھی تقلیدی حصار اور مذہبی تعصب میں جکڑے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو ان کے بڑوں نے کہا انھوں نے بھی ان کی تقلید میں وہی لکھ دیا اگرچہ اپنے ہی مخالف کیوں نہ ہو۔ آپ لوگوں نے پہلے بھی پڑھا ہوگا کہ ایک طرف تو دفعۃً کی تین طلاقوں کو حرام و بدعت اور گناہ کہتے ہیں اور دوسری طرف اس کے دلائل بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ یہ اثر ہی ملاحظہ فرمائیں ایک طرف تو کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقوں کے واقعہ ہونے کا حکم دیا تو انھوں نے حدیث کی روشنی میں صادر کر دیا تھا۔ (ص ۶۷) اور اسی صفحہ پر ان الفاظ سے پہلے یہ بھی لکھتے ہیں کہ عمرؓ نے ہزار (۱۰۰۰) طلاق دینے والے کی کوڑوں سے مرمت کی۔ نیز لکھتے ہیں کہ طحاوی (۳۰/۲) میں بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوتیں تو وہ اس کو سزا دیتے تھے۔

قارئین! آپ غور فرمائیں کہ اس وضاحت کے بعد ان کا یہ کہنا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے دفعۃً تین طلاقوں کو تین طلاقیں حدیث کی روشنی میں صادر کر دیں' کہاں تک درست ہے۔ کم از کم کسی عقلمند کے ذہن میں یہ بات نہیں آتی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ عمر رضی اللہ عنہ کا تعزیری اقدام تھا۔ جس کو علامہ شبلی نعمانی حنفی نے الفاروق مین اور اسی طرح فقہ حنفی کی معتبر کتاب مجمع الانھر میں لکھا ہے:

«واعلم أن فی صدر الأول إذا أرسل الثلاث جملة لم يحكم إلا بوقوع واحده إلى زمن عمر رضي الله عنه ثم حكم بوقوع الثلاث لكثرته بين الناس تهديدا».

(مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر ۲/۶، مطبوعہ بیروت)

اسی طرح علامہ حصکفی، صاحب درمختار لکھتے ہیں:

«واعلم أنه كان في الصدر الأول إذا أرسل الثلاث جملة لم يحكم إلا بوقوع واحدة إلى زمن عمر رضي الله عنه ثم حكم لوقوع الثلاث سياسة لكثرته من الناس كما في القهستاني عن التمرتاشي». (الدر المنتقی فی شرح الملتقی ۲/۶)

تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ صدر اول (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر) عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک تین اکٹھی طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی تھیں۔ پھر بہت زیادہ وقوع کی وجہ سے بطور ڈانٹ تینوں کو تین کا حکم لگایا گیا۔

کم از کم ہماری عقل میں تو یہ بات نہیں آتی کہ ایک بات کو حدیث کی روشنی میں صادر بھی کیا جائے اور پھر اس کے عامل کی کوڑوں سے مرمت بھی کی جائے۔ نیز عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے الفاظ بھی یہی ہیں کہ اگر ہم تین کو لوگوں پر نافذ کر دیں یہ نہیں کہا کہ ہم حدیث کا حکم نافذ کر دیں بہر حال یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تعزیری حکم تھا جو کہ بالفاظ دیگر موقوف کے حکم میں ہے اور موقوف کو موصوف خود حجت نہیں مانتے۔ رہا مولانا سرفراز صاحب کا نوٹ کہ غیر مدخول بہا کے حق میں یہ تین طلاقیں اس صورت میں ہوتی تھیں جب قائل مثلاً یوں کہتا ہے: «أنت طالق ثلاثا». بخلاف اس کے جب وہ یہ کہتا کہ: «أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق». تو اس صورت میں ایک طلاق واقع ہو جاتی تھی۔ (ص ۶۸) نوٹ میں خط کشیدہ الفاظ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور نوٹ کے آخری الفاظ سے طلاق کا نہ ہونا اہل حدیث کے موقف کے مطابق ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ مجلس واحد کی تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہیں۔ حالانکہ «أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق». سے مجلس نہیں بدلی مجلس وہی ہے لیکن طلاق ایک شمار کر رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس واحد کی تین طلاقیں تین ہونے کا

دعویٰ غلط اور لغو ہے۔ الفضل ما شهدت به الأعداء!

مقلد کی دلیل نمبر ۱۲:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی مولانا کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ انھوں نے خود اس صفحہ پر لکھا ہے کہ غیر مدخولہ کو دی گئی تین طلاقوں میں سے ۲ لغو ہیں جب ۲ لغو ہیں شمار ایک ہی ہوگی تو تین طلاقیں دلیل کیسے بنی۔ کیا لغوبات بھی دلیل بن سکتی ہے؟ ہمیں تو کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں ملی جس سے یہ واضح ہوتا ہو کہ لغوبات بھی دلیل بن سکتی ہے اگر غیر مدخولہ کی ۲ طلاقیں لغو ہیں تو مدخولہ کی کیوں نہیں۔ پھر علی رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ بھی غیر مدخولہ کے بارہ میں ہے جو تین کے دعویٰ کے لیے مفید نہیں کیونکہ غیر مدخولہ کے لیے بقول مولانا کے ایک واقع ہے باقی دو لغو ہیں۔

بہرحال علی رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ اور اس طرح کے دیگر فتویٰ جات بوجہ موقوف ہونے کے بھی دلیل نہیں بن سکتے۔

دلیل نمبر ۱۵، ۱۴، ۱۳:

خلاصہ دلیل نمبر ۱۳:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تیرے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی ہے اور اب کوئی صورت نہیں اس نے کہا کہ حلالہ بھی نہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جو اللہ سے دھوکہ کرے گا اللہ اس کا بدلہ دے گا (بیہقی ص ۳۳۷ عمدۃ ص ۷۱)

دلیل نمبر ۱۴ کا خلاصہ:

معاویہ بن ابی عیاش انصاری فرماتے ہیں کہ محمد بن ایاس نے غیر مدخولہ کی تین طلاقوں کے بارے میں سوال کیا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھو اور مجھے بھی بتانا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا اور انھوں نے کہا کہ ایک طلاق علیحدگی کے لیے کافی تھی اور تین طلاقوں سے وہ اس پر حرام ہوگئی ہے الا یہ کہ وہ کسی اور سے نکاح کرے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی یہی

فتویٰ دیا۔ (موطا امام مالک ص ۲۰۸ طحاوی ۲/ ۲۹ بیہقی ۷/ ۳۳۸ عمدۃ ۷۳)

خلاصہ دلیل نمبر ۱۵:

۲۰۰ طلاقیں دینے والے کو ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور لوگوں نے کہا کہ اب وہ جدا ہوگئی ہے۔ مؤطا امام مالک (ص ۱۹۹) اور طحاوی (۲/ ۳۰) میں غیر مدخول بہا کے الفاظ بھی ہیں۔ (عمدۃ ص ۷۳)

محقق:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح ابو داؤد میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک ہونے کا فتویٰ بھی آتا ہے جو ان کی بیان کردہ اس حدیث کے مطابق ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پہلے ۲ سالوں تک تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں۔ (مسلم)

اور یہ قانون ہے کہ راوی کی روایت کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ فتویٰ کا لہٰذا یہاں روایت اور فتویٰ دونوں ہی جمع ہیں۔ اس لیے انہیں پر عمل ہوگا اگر روایت نہ ہوتی تو بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ بوجہ اضطراب اور موقوف ہونے کے قابل حجت نہ تھا۔ کیونکہ ان سے کئی قسم کی روایتیں مشہور ہو چکی ہیں کسی میں ایک ہزار طلاق کا ذکر ہے، کسی میں ستاروں کے برابر کا، کسی میں سو کا، کسی میں تین کا پھر کسی میں غیر مدخولہ کا ذکر ہے اس شدید اضطراب کی وجہ سے یہ فتویٰ قابل قبول نہیں۔

خود سرفراز صاحب نے لکھا ہے کہ ''اعتبار راوی کی مرفوع حدیث کا ہوتا ہے، اس کی اپنی ذاتی رائے کا اعتبار نہیں ہوتا۔'' (احسن الکلام ص ۲۹۸) مزید لکھا ہے کہ ''درست ہے کہ روایت کے مقابلہ میں راوی کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔''

(احسن الکلام ص ۲۴۲، ۲/ ۱۱۸)

پھر یہ فتویٰ احناف کے اپنے مذہب کے بھی مخالف ہے۔ ان کا مذہب ہے کہ ایک وقت میں تین طلاقیں دینا بدعت، حرام اور گناہ ہے۔ جب ایک وقت

میں تین طلاقین دینا بدعت' حرام اور گناہ ہے تو پھر اسے دلیل کیسے بنایا جا سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس فتویٰ سے حنفی مذہب ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور غیر مدخولہ کی تین طلاقوں میں سے بھی حنفی مذہب صرف ایک مانتا ہے اور باقی ۲ لغو جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور دلیل نمبر ۱۴ معاویہ بن ابی عیاش انصاری (ص ۲۷) میں بھی غیر مدخولہ کا ذکر ہے اور غیر مدخولہ کی تین طلاقوں میں سے ۲ حنفی خود لغو مانتے ہیں اس لیے وہ بھی ان کی دلیل نہیں بن سکتی۔ نہایت افسوس اور حیرانی ہے کہ حنفی مذہب کا کوئی ایک موقف نہیں ہے کبھی تو مدخولہ اور غیر مدخولہ دونوں کے لیے یکساں تین طلاقوں کو دلیل بناتے ہیں تو کبھی صرف مدخولہ کے لیے تین اور غیر مدخولہ کے لیے ایک باقی ۲ لغو مانتے ہیں اور کبھی تین کو خواہ مدخولہ کو ہوں یا غیر مدخولہ کو سب کو گناہ اور نافرمانی سمجھتے ہیں' پھر اس گناہ اور نافرمانی کو دلیل بھی بنائے جاتے ہیں۔ نیز ایک طرف موقف کو صحیح ہونے کے باوجود تسلیم نہیں کرتے' لیکن جب مذہب کی باری آتی ہے تو نہ ضعیف کی پروا نہ موقوف کی۔ سب کو قبول کر لیا جاتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۶ تا ۲۰:

خلاصہ دلیل ۱۶:

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے والے کو اللہ کا نافرمان اور بیوی کو اس پر حرام قرار دیا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی تائید فرمائی۔ (بیہقی ص ۳۳۲' مستدرک ص ۲۷۴' عمدۃ ص ۷۳)

خلاصہ دلیل ۱۷:

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے غیر مدخولہ کی تین طلاقوں کے بارہ میں کہا کہ ایک جدا کر دیتی ہے اور تین اس کو حرام کر دیتی ہیں تاوقتیکہ وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے۔ (مسند شافعی ص ۳۶' طحاوی ۲/۳۰' عمدۃ ص ۷۴)

خلاصہ دلیل نمبر ۱۸:

غیر مدخولہ سے تین طلاقوں کے بعد کسی نے نکاح دوبارہ کرنا چاہا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تم نکاح نہیں کر سکتے تاوقتیکہ وہ کسی اور سے نکاح نہ کرے۔ اس نے کہا میری طرف سے تو ایک ہے انھوں نے کہا کہ تم نے اپنا اختیار کھو دیا ہے۔ (مسند شافعی ص ۳۶ عمدۃ ص ۷۴)

خلاصہ دلیل نمبر ۱۹:

عطاء فرماتے ہیں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تین طلاقیں دینے والے کو کہا کہ تو نے اللہ کی نافرمانی کی ہے اور تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی ہے حتیٰ کہ وہ غیر سے نکاح کر لے۔ (جامع المسانید ۲/ ۱۴۸ عمدۃ ص ۷۴)

خلاصہ دلیل ۲۰:

مسلمہ بن جعفر الاحمسیؒ فرماتے ہیں میں نے امام جعفر بن محمدؒ سے سوال کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ تین طلاقوں سے ایک ہوگی انہوں نے کہا کہ اللہ کی پناہ ہمارا یہ قول نہیں ہے جس نے تین دیں تین ہی ہوں گی۔ (السنن الکبریٰ ص ۳۴۰ عمدۃ ص ۷۵)

محقق:

دلیل ۱۶:

{۱} اس واقعہ کی سند میں حمید راوی مدلس ہے جو رافع بن سحبان سے لفظ عن کے ساتھ روایت کرتا ہے اور قانون ہے کہ مدلس کا عنعنہ (عن فلان عن فلان) قبول نہیں ہوتا۔

{۲} اس کی سند میں سحبان راوی ہے جس کے سماع کی عمران بن حصین سے صراحت نہیں۔

{۳} رافع بن سحبان مجہول معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کی توثیق نظر نہیں آتی۔ علاوہ

از یں یہ موقوف بھی ہے اس لیے بھی نا قابل حجت ہے۔

(۴) بقول صاحبِ عمدہ یہ موقوف ہونے کی وجہ سے بھی نا قابل حجت ہے۔

دلیل نمبر ۱۷:

عبداللہ بن عمرو بن العاص (عمدۃ ص ۷۳۔)

محقق:

احناف کا مذہب ہے کہ غیر مدخولہ کی تین طلاقوں میں سے صرف ایک سے عورت بائنہ ہو جاتی ہے باقی ۲ لغو اور بے کار ہیں نیز یہ بھی ان کا مذہب ہے کہ تین اکٹھی دینی بھی حرام اور گناہ ہے۔ لہٰذا یہ دلیل ان کے مذہب کے مطابق نہیں ہے۔ نیز بوجہ موقوف ہونے کے بھی حجت نہیں۔ دلیل ۱۸-۱۹ اور ۲۰ کا مفاد بھی بقول مولانا سرفراز صاحب کے یہی ہے کہ بیک وقت کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں لیکن ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ حنفی مذہب ان فتویٰ جات سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حنفی مذہب میں بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت' حرام اور گناہ ہے اور غیر مدخولہ کے لیے تین سے ایک واقع ہوگی۔ باقی ۲ کو لغو کہتے ہیں اور بدعت' حرام اور گناہ کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اکٹھی تین دینے والے کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کوڑے مارا کرتے تھے۔ جب حقیقت یہی ہے تو پھر یہ کس منہ سے کہتے ہیں کہ قرآن وسنت صحابہ رضی اللہ عنہم بلکہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کیا بدعت' حرام اور گناہ نیز جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ سے کھیل (مذاق) کہیں اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کوڑے ماریں' صحابہ رضی اللہ عنہم ایسا کرنے والے کو قتل کرنے کے درپے ہوں۔ لیکن مولانا سرفراز کا ان سب دلائل کے خلاف اسے امت کا اجماع کہنا سراسر بہتان اور غلط بیانی نہیں تو اور کیا ہے یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ محرمات ابدی یعنی ماں' بہن اور بیٹی وغیرہ سے نکاح حرام اور گناہ تو ہے لیکن اگر کوئی کر لے تو ہو جاتا ہے۔ خنزیر حرام ہے اگر کوئی کھا لے تو جائز ہے بتوں کی بیع تجارت حرام ہے اگر کوئی کر لے تو ہو جائے گی غیر اللہ کے نام پر ذبح

یا نذر حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی کر لے تو ہو جائے گی نماز میں باتیں کرنی وغیرہ کام تو حرام ہے اگر کوئی کر لے تو ٹھیک ہے نماز ہو جائے گی۔ باقی رہا کہ زنا' طلاق' حیض یا قتل بھی حرام ہونے کے باوجود شمار ہو جاتے ہیں تو اس کا جواب ہے کہ یہ مثالیں تو تب درست ہوتیں جب ہم طلاق' حیض یا ایک مجلس کی تین کو ایک بھی نہ مانتے' جب ہم طلاق' حیض اور ایک مجلس کی تین کو دلائل صحیحہ کی روشنی میں ایک مانتے ہیں تو پھر ان مثالوں کا کیا فائدہ اگر تین کو ایک ماننے کی وجہ سے یہ مثالیں صحیح ہیں تو حنفی خود غیر مدخولہ کی تین میں سے ایک مانتے ہیں باقی ۲ کو لغو کہتے ہیں پھر ان پر یہ مثالیں صادق کیوں نہیں آتیں جب حقیقت یہ ہے تو پھر تین کی دلیل کیسے بنی اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح صحیح حق بات سمجھ کر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

العبد محمد صفدر عثمانی۔

احادیث پر اعتراضات کا علمی وتحقیقی جائزہ

دلیل نمبر ا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دو سالوں تک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے دیکھا کہ لوگ جلدی کرنے لگ گئے ہیں حالانکہ انہیں اس مسئلہ میں سوچنے کی مہلت دی گئی تھی تو انہوں نے ان پر تین ہی نافذ کر دیں۔ (ملخصاً) (صحیح مسلم شریف ص ۴۷۷، مستدرک حاکم ۲/۱۹۶، السنن الکبریٰ بیہقی ۷/۳۳۶) ایک سوال کے جواب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی فرمایا تھا کہ ہاں ایک مجلس کی تین طلاقیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پہلے دور میں ایک ہی شمار ہوتی تھی۔ (صحیح مسلم شریف ص ۴۷۸)

اعتراضات:

اس پر اعتراض کرتے ہوئے مولانا سرفراز خاں صاحب لکھتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جملہ صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔ (عمدۃ ص ۸۱)

جائزہ:

حضرت ابن عباسؓ سے اس کے خلاف کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں ہے اس کے برعکس ان کا اپنا فتویٰ بھی یہی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی۔ (مسلم شریف ص ۴۴۸) لہٰذا ابن عباسؓ کا مرفوع حدیث کی تائید والا فتویٰ ہی قبول کیا جائے گا اگر دوسرا کوئی فتویٰ ہوگا بھی تو وہ بوجہ حدیث مرفوع کے مخالف ہونے قبول نہ ہوگا کیونکہ اصول ہے کہ راوی کی روایت کا اعتبار ہوگا نہ کہ اس کے فتویٰ کا۔

اعتراض نمبر ۲:

طاؤسؒ کی یہ روایت غیر مدخولہ کے حق میں ہے۔

جائزہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی صحیح حدیث اپنے تمام طرق سمیت مطلق طلاق کے بارہ میں ہے' اس میں کوئی ایک ایسا لفظ نہیں جس کا یہ معنی ہو کہ یہ حدیث غیر مدخول بہا کے لیے ہے۔ لہٰذا اس مرفوع حدیث کو اقوال رجال سے مخصوص کرنا قطعاً بے اصولی اور ناانصافی ہے۔ بلاشبہ یہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے عام ہے اس میں مدخولہ اور غیر مدخولہ کی قید اپنی طرف سے اضافہ ہے جس کی شرعاً واخلاقاً اجازت نہیں۔ ہاں اگر اس حدیث کے کسی ایک طریق میں اس قید کا ذکر ہوتا تو پھر موصوف کی یہ قید درست تھی جب راوی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو بغیر کسی قید کے ذکر کیا ہے تو پھر اس حدیث کو اس کے اصل مفہوم میں ہی رہنے دینا چاہئے بجائے اس کے کہ اس میں اپنی طرف سے اختراعات کر کے اس کو اپنے مسلک کی تائید میں پیش کیا جائے' کیا طاؤس نے کہا ہے کہ جو میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کر رہا ہوں تو یہ غیر مدخولہ کے لیے ہے۔ جب کوئی ایسی بات نہیں تو پھر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ صحیح حدیث اپنے عموم کے لحاظ سے مدخول بہا اور غیر مدخول بہا دونوں کو شامل ہے۔

تعارض:

مولانا سرفراز صاحب باور کرانا چاہتے ہیں کہ غیر مدخول بہا کے لیے تین ایک کے حق میں ہے' لیکن وہ خود اس بارہ میں تعارض کا شکار ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں حضرت طاؤس کی اپنی روایت بھی مطلقاً تین طلاقوں کو ایک کرنے کے حق میں نہیں بلکہ یہ غیر مدخول بہا سے مخصوص ہے۔ (اثاث ص۸۱) جبکہ دوسری جگہ عمدۃ الرعایہ کے حوالہ سے رقم فرماتے ہیں:

''تیسرا قول یہ ہے کہ اگر کسی نے تین طلاقیں واقع کر دیں تو تینوں

ہی واقع ہو جائیں گی' عام اس سے کہ عورت سے ہم بستری کی گئی ہو
یا نہ کی گئی ہو......الخ۔ (ص ۱۱۵)

روایت طاؤس کی حقیقت:

مولانا سرفراز صاحب نے طاؤس کی جس روایت کی وجہ سے صحیح مسلم کی مطلق روایت کو مقید اور مخصوص کرنے کی سعی فرمائی ہے لکھتے ہیں' علامہ ماردینی الحنفی لکھتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ نے مسند کے ساتھ جس کے تمام راوی ثقہ ہیں حضرت طاؤس اور جابر بن زید سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "جب کوئی شخص اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو وہ ایک ہی ہو گی۔"
(بلفظہٖ ص ۸۱)

جائزہ:

اولاً تو اس روایت کا صحیح مسلم والی حدیث سے کوئی تعلق نہیں' وہ روایت ہے اور یہ بشرط صحت امام طاؤس کا فتویٰ ہے۔ فتویٰ اور روایت میں تعارض نہیں ہوتا' روایت کے مقابلہ میں فتویٰ مردود ہوتا ہے۔

ثانیاً یہ روایت ضعیف ہے' ابن ابی شیبہ میں اس روایت کی سند اس طرح ہے' حدثنا ابوبکر قال نا محمد بن بشر قال نا سعید عن قتادة عن طاؤس وعطاء وجابر بن زید. (کتاب الطلاق ۱۷۸۸۰)

اس سند میں دو راوی سعید اور قتادۃ مدلس ہیں۔ سعید کے بارے میں ابن حجرؒ فرماتے ہیں یہ ان راویوں میں سے ہیں جو مختلط ہو گئے تھے۔ امام نسائی وغیرہ نے ان کا تدلیس کے ساتھ وصف بیان کیا ہے۔ اور قتادہ کے بارہ میں فرماتے ہیں تدلیس کے ساتھ مشہور ہیں۔ امام نسائی نے تدلیس کے ساتھ ان کا وصف بیان کیا ہے۔
(طبقات المدلسین ص ۶۳' وص ۱۰۲' تحقیق دکتور عبدالغفار لابنداری والاستاذ محمد احمد عبدالعزیز۔ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت)

اور یہ تو مسلمہ اصول ہے کہ مدلس کی معنعن روایت قبول نہیں اور یہ روایت

بھی معنعن ہے جو قابل حجت نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۲:

کسی چیز کا آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں (اور اسی طرح عہد صدیقیؓ میں) ہونا اس کا مقتضی نہیں کہ وہ کام آنحضرتؐ کے حکم اور اجازت سے ہوا ہو بعض کام ایسے بھی تھے جو آپؐ کے عہد مبارک میں ہوتے تھے لیکن آپ کو ان کی خبر تک نہ تھی تو ایسے امور کا جواز کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔ حضرت عمار نے آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں جنابت کے لیے تیمّم کرتے وقت سر سے پاؤں تک سارے بدن پر پلٹے کھا کھا کر مٹی ملی تھی مگر جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپؐ نے ان کی اس کاروائی کی تغلیط کی۔ عمرؓ نے پانی نہ ملا تو نماز ہی نہ پڑھی بوجہ جنابت کیا یہ سب کام جائز ہو گئے؟ اور حدیث مذکور نہ تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے اور نہ فعل پھر اس کو کیونکر حجت گردانا جا سکتا ہے۔ (عمدۃ ص ۸۴)

جائزہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے منازعت کی صورت میں «فَرُدُّوهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ» ''اس معاملہ کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔'' اور یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے معاملات خصوصاً طلاق کے مسائل اللہ تعالیٰ اور رسولؐ اللہ سے ہی حل کراتے ہوں گے۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اتنا اہم اور حلال وحرام کا مسئلہ ہو اور مکمل دور نبوت گزر جائے مکمل دور صدیقی گزر جائے اور دو سال دور خلافت فاروقی رضی اللہ عنہ تک ایک مسئلہ قانونی حیثیت سے عوام میں جاری ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ تک نہ ہو؟ کیا قانونی اور عدالتی اختیارات بھی لوگوں نے اپنے ہی ہاتھ میں لے رکھے تھے گویا کہ صحابہ آپ کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے تھے؟ معاذ اللہ اصل میں یہ تقلیدی تعصب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہؓ کے ایسے اعمال ان کی اپنی ناواقفی کی وجہ سے ناقابل قبول ہیں لہٰذا حدیث ابن عباسؓ کو ان واقعات پر قیاس کرنا عوام کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے کیونکہ طلاق والی حدیث کسی بھی صحیح اور مرفوع

حدیث کے مخالف نہیں اور عہد نبوت کا مسئلہ جسے آپ ﷺ منع نہ فرمائیں وہ دلیل نبوی ہی تصور کی جائے گی اور اسے مرفوع حدیث کے حکم میں ہی سمجھا جائے گا۔

عہد نبوت کا مسئلہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے:

جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: «کنا نعزل والقرآن ینزل».

زاد إسحاق: قال سفیان: لو کان شیئا ینهی عنه لنهانا عنه القرآن.

کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن مجید نازل ہوتا تھا سفیان نے کہا کہ اگر عزل برا کام اور ممنوع ہوتا تو قرآن ہم کو اس سے روک دیتا (صحیح مسلم، باب حکم العزل)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ اس مسئلہ کو صحیح اور درست سمجھتے تھے جو دور نبوت میں ہوتا تھا۔ ان کا نظریہ تھا کہ اگر یہ کام جائز نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کے ذریعے سے منع کر دیتے، اللہ تعالیٰ کا منع نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مسئلہ صحیح اور درست ہے کیونکہ نزول قرآن کے زمانہ میں کوئی غیر شرعی مسئلہ جائز نہیں ہوسکتا۔ اگر ایک وقت کی تین طلاقیں ایک سمجھنا درست نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کے ذریعے سے منع کر دیتا۔ اللہ کا منع نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مسئلہ صحیح اور درست ہے اور آپ ﷺ کو اس کا علم تھا تب ہی تو رُکانہ رضی اللہ عنہ کو تین کے بعد صلح اور رجوع کا حکم فرمایا تھا۔

اعتراض نمبر ٤:

یہ منسوخ ہے۔

جائزہ:

منسوخ کا تعلق دور نبوت سے ہے اگر منسوخ ہے تو اس کی ناسخ کونسی حدیث ہے ہمارا دعویٰ ہے کہ پورے ذخیرہ احادیث میں اس کے منسوخ ہونے کی کوئی صحیح اور صریح دلیل حدیث میں نہیں ہے۔ اصلی بات یہ ہے کہ پہلے لوگ علیحدہ علیحدہ دی گئی تین طلاقوں کے بعد بھی رجوع کرلیا کرتے تھے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے منسوخ فرما دیا اور حکم فرمایا کہ ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ کہ رجعی طلاق صرف ۲ مرتبہ ہے لہٰذا علیحدہ

علیحدہ تین کے بعد رجوع نہیں ہوگا اور اس کا کوئی بھی منکر نہیں ہاں جس نے یہ کہا کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے بعد رجوع کرنا منسوخ ہے وہ بالکل جھوٹا اور عوام کو دھوکہ دیتا ہے نہایت افسوس ہے کہ ایک طرف تو اس روایت کو غلط اور وہم کہتے ہیں دوسری طرف منسوخ مان کر اسے صحیح بھی تسلیم کر رہے ہیں اور مہر لگا رہے ہیں کہ واقعی یہ روایت صحیح ہے اب منسوخ کے دعویٰ کی دلیل ان کے ذمہ ہے ہم کہتے ہیں کہ ان کی یہ تضاد بیانی ہے کیونکہ اگر وہم مانیں گے تو حدیث ثابت ہی نہ ہوگی اگر ثابت نہیں تو منسوخ کیا ہوا الہذا ثابت ہوا کہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں نہ یہ حدیث منسوخ ہے نہ وہم اور غلط ہے بلکہ بالکل صحیح اور درست ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم دور نبوت ؐ سے لے کر دور فاروق رضی اللہ عنہ کے پہلے دو سالوں تک یہی قانون سمجھ کر عمل کرتے رہے کیا وہ منسوخ پر عمل کرتے تھے اگر اکٹھی تین طلاقوں کے بعد بقول احناف کے رجوع کرنا پہلے ہی منسوخ ہو چکا تھا تو پھر عمرؓ کا تین کو تین کہنے کا کیا معنی؟ کیا عمرؓ نے منسوخ حکم نافذ کیا؟ مولانا سرفراز صفدر صاحب نے خود لکھا ہے کہ بخاری' مسلم کی جملہ روایات کے صحیح ہونے پر امت کا اجماع واتفاق ہے۔ (احسن الکلام ص ۲۴۹' طبع ۳) نیز فرماتے ہیں کہ مسلم شریف جو بخاری شریف کے بعد تمام حدیث کی کتابوں میں پہلے درجہ پر صحیح تسلیم کی جاتی ہے اور امت کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ بخاری و مسلم دونوں کی تمام روایتیں صحیح ہیں۔ (احسن الکلام ص ۲۳۴' طبع ۳)

حضرات اب بھی اگر کوئی آدمی اس حدیث کو شاذ' مضطرب یا منکر کہے تو فیصلہ خود فرمائیں کہ اس کا یہ کہنا کہاں تک درست اور صحیح ہے نیز اگر اس روایت کو شاذ' مضطرب اور منکر کہہ کر رد کر دیا جائے تو احناف کے پلے کیا رہ جائے گا؟ ان کے پاس بھی تو تین طلاقوں کے تین ہونے کی یہی دلیل ہے چنانچہ مولانا سرفراز صفدر خود فرماتے ہیں چھٹا جواب زیادہ درست ہے۔ کیونکہ اس میں ہر روایت اپنی جگہ صحیح رہتی ہے اور کسی روایت کی تضعیف لازم نہیں آتی اس وضاحت کے ہوتے

ہوئے اس روایت کو شاذ' مضطرب' منکر اور وہم کہنا تضاد نہیں تو کیا ہے۔ اس میں انہوں نے حدیث کو ضعیف ہونے سے بھی بچایا ہے چنانچہ چھٹے جواب میں انہوں نے یہ دلیل پیش کی ہے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایک ہی روایت کا مرفوع اور پہلا حصہ جس میں دور نبوتﷺ اور مکمل دورِ صدیقیؓ اور دور عمرؓ کے پہلے دو سالوں میں دی گئی تین طلاقوں کے ایک ہونے کا ذکر ہے اسے تو شاذ' مضطرب اور منکر کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے جب کہ خود ساختہ مذہب اور مسلک کی تائید میں اس روایت کا آخری اور موقوف حصے کو ان تمام قسم کے اعتراضات سے پاک اور مبرا جان کر تسلیم کر لیا جاتا ہے ان بھلے لوگوں کو کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ اگر ہم سے کوئی عقل مند یہ سوال کر بیٹھے کہ تم مرفوع حصے کو تو شاذ اور مضطرب کہتے ہو اور اسی سند سے موقوف حصے کو صحیح کہتے ہو' تو ہم کیا جواب دیں گے؟ انصاف کا تقاضہ تو یہی ہے کہ اگر یہ بوجہ شاذ' مضطرب' منکر یا غلط اور وہم ہونے کے لائق قبول نہیں تو پھر اسے تین ہونے کی دلیل بھی نہیں بنایا جا سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ اہل حدیث اور حدیث کی دشمنی میں کیا جا رہا ہے ورنہ ان کے ان اعتراضات کی قطعاً کچھ حقیقت نہیں ہے۔

ہماری اس گفتگو میں بریلوی مکتبہ فکر کے مجددی صاحب کے اس پمفلٹ کا جواب بھی آ گیا ہے جو انہوں نے ہمارے مضمون کے جواب میں مکتبہ غوثیہ گوجرانوالہ سے شائع کرایا ہے کیونکہ اس میں بھی یہی اعتراضات ہیں اگرچہ ہم نے ان اعتراضات کے جوابات مجلّہ اہل حدیث میں شائع کرا دیے تھے اور اس کا جواب مجددی بیچارہ دے نہ سکا اور نہ ہی یہ ان شاء اللہ کوئی حنفی دے سکتا ہے البتہ مجھے برا کہنے میں خوب کردار ادا کیا ہے اور یہی کچھ ان کو ورثہ میں ملا ہے کہ جھوٹ اور غلط بیانی اس حد تک کرو کہ کوئی بریلوی انکار کرنے کی جرات نہ کر سکے۔ ہماری اس بات کی تصدیق اگر کرنی ہو تو مجددی صاحب کا نام نہاد اور جھوٹ' بکواس اور الزامات نیز حق کے انکار پر مبنی رسالہ ''طلاق ثلاثہ کی مخالفت کس دور میں ہوئی'' جنہیں وہ

بزعم خویش محققانہ فیصلہ گردانتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ مجددی صاحب پر تو ہمیں اتنا افسوس نہیں کیونکہ وہ تو بیچارہ ہے ہی محض گالی گلوچ کر کے جاہل عوام سے داد لینے والا۔ افسوس تو ان کے مفتی اور قاری طفیل رضوی صاحب پر ہے جنہوں نے انہیں گود میں بٹھا کر کہا ہوگا کہ بیٹا تم آنکھیں بند کر کے جتنی چاہو غلط بیانی کرو جھوٹ بولو الزام لگاؤ ہم دونوں ان کی تصویب اور تصدیق کر دیں گے' اور کہ ہماری تصدیق تمہارے تمام جھوٹ بہتان اور حق کے انکار کو بھی سچ کر دکھائے گی چنانچہ انہوں نے ان کی شاباش کا حق ادا کیا اور مجددی صاحب کی پشت پر ہاتھ رکھنے کو غنیمت جانا۔

لوگوں کا اکٹھی تین طلاقیں دینا آپ ﷺ کے علم میں تھا

مولانا سرفراز کی اپنی گواہی:

فرماتے ہیں ''اگر چہ تین کا ثبوت بھی اس مبارک عہد میں ہے جیسا کہ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایت باحوالہ پہلے گزر چکی ہے۔'' (عمدۃ ص ۸۷)

قطع نظر اس بات کے کہ مولانا نے جس مقصد کے لیے حدیث محمود بن لبیدؓ کو پیش کیا ہے وہ حل ہوتا ہے یا نہیں اس کا جواب بھی ہم نے جہاں یہ حدیث گزر چکی ہے دے دیا ہے البتہ مولانا کی اس بات سے ثابت ہو گیا کہ لوگوں کا اکٹھی تین طلاقیں دینا آپؐ کے علم میں تھا اور یہی ہم کہتے ہیں لہٰذا اب ان کا اس کے خلاف اجماع کا دعویٰ بھی غلط ٹھہرا ہے۔ (الفضل ماشہدت بہ الاعداء)

اعتراض نمبر ٤:

اگر یہ جائز ہے تو متعۃ النساء بھی جائز ہے۔ (ملخصاً) (عمدۃ ص ۱۰۰) مجددی بریلوی کا پمفلٹ (طلاق ثلاثہ کی مخالفت کس دور میں ہوئی ص ۹)

جائزہ:

مجددی صاحب کے جواب میں تو ہم نے پہلے بھی ایک مضمون میں لکھا تھا کہ یہ مثال درست نہیں ہے اس لیے کہ متعہ بالاتفاق حرام ہو چکا ہے۔ البتہ گھر میں نوکرانی اور خادمہ رکھنے کی صورت میں اس سے وطی فقہ حنفی میں جائز ہے۔ (عام کتب فقہ) جیسا کہ حضرت ربیع بن سبرۃ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: أن رسول الله ﷺ نهى عن المتعة وقال: «ألا إنها حرام من يومكم هذا إلى يوم القيامة ومن كان أعطى شيئا فلا يأخذه». (صحیح مسلم باب تحریمہ إلی یوم القیامۃ) کہ رسول اللہ نے خود متعہ کی ممانعت کر دی اور فرمایا کہ سنو آج سے قیامت تک کے لیے متعہ حرام ہے اور جس شخص نے متعہ کے عوض کچھ دیا ہے اس میں سے واپس نہ لے لیکن تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کی حرمت کہیں نہیں آئی' یہ کہنا مولانا سرفراز صاحب اور مجددی صاحب کی لاعلمی اور ناسمجھی کی دلیل ہے۔ مجددی صاحب قرآن کی کس آیت یا حدیث سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک قرار دینا بھی متعہ کی طرح حرام ہے۔ ﴿هَاتُوا بُرْهَٰنَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَٰدِقِينَ﴾

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

(مجلہ اہل حدیث لاہور یکم فروری ۲۰۰۲ء)

اب اگر مجددی صاحب کے ساتھ مولانا سرفراز صاحب بھی مل جائیں تو ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ اب حق تو یہ تھا کہ ہمارا مطالبہ پورا کر کے اپنے سچے ہونے کا ثبوت دیتے مگر الٹا لکھتے ہیں تین طلاقوں کو ایک قرار دینا قرآن و سنت اور اجماع امت کے خلاف ہے اور وہابی مفسر حافظ صلاح الدین یوسف

لکھتے ہیں کہ اجماع کی مخالفت کرنا کفر ہے۔ (ص ۴۳) ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی مجددی صاحب کا بہتان اور غلط بیانی ہے۔ نیز حافظ صلاح الدین پر جھوٹا الزام ہے مجددی میں اگر غیرت ہے تو ثابت کرے کہ حافظ صاحب نے تین طلاقوں کو ایک قرار دینا قرآن و سنت اور اجماع امت کے خلاف لکھا ہے۔ ﴿هَاتُوا بُرْهَـٰنَكُمْ إِنْ كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ﴾ ورنہ ﴿لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾ اور نہ کوئی قرآن کی آیت ہے جس کے یہ خلاف ہو اگر ہے تو لکھو اور عدالت میں بھی آؤ اگر آپ قرآن کی کسی ایک آیت سے صریحاً یہ ثابت کر دیں کہ ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک قرار دینا غلط ہے تو ہم آپ کے موقف کو قبول کر لیں گے۔ باقی رہا ہمارے موقف کے خلاف ان کا اجماع کا دعویٰ تو وہ بہتان اور الزام بلکہ بالکل جھوٹا ہے۔ لہٰذا مجددی صاحب عدالت میں آئیں اور اپنے الزامی اپنے دعویٰ کو سچا ثابت کریں ورنہ خود کو ﴿لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾ کا مصداق سمجھیں۔

نیز اگر ایک وقت کی تین طلاقیں ایک ہی کہنا غلطی ہے تو کیا ایک وقت کی تین کو سنت کہنا صحیح ہے؟ حالانکہ آپ اور دیگر احناف اسے بھی بدعت' حرام اور گناہ ہی کہتے ہیں بلکہ بدعت سنت کی ضد ہے۔ (الاعصام للشاطبی ج ۲) اور جب تمہارے نزدیک تین اکٹھی بدعت' حرام ہے اور گناہ بھی ہے تو پھر جائز اور صحیح کیسے؟ کیا بدعت' حرام اور گناہ کا وقوع قرآن وسنت میں ہے معاذ اللہ باقی زنا چوری وغیرہ کی مثال بھی درست نہیں کیونکہ شریعت نے انہیں جائز کا حکم نہیں دیا۔ اگر ایسا ہوتا تو شریعت اسے سزا نہ سناتی۔ شریعت کا ایسے آدمی کو سزا دینا اس بات کی دلیل ہے کہ شریعت میں ایسا کام کرنے کی قطعاً اجازت نہیں۔ نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایک طرف تو ایک وقت کی تین طلاق کو بدعت' حرام' گناہ' چوری' شراب اور زنا سے تعبیر کیا جاتا ہے دوسری طرف پھر اسے قرآن وسنت سے ثابت بھی کیا جاتا ہے۔ گویا مجددی صاحب اور دیگران کے ہمنواؤں کے نزدیک قرآن وسنت میں بدعت' گناہ' زنا' چوری اور

دیگر حرام کاموں کی اجازت ہے۔ معاذ اللہ ہم نے لکھا تھا کہ احناف کے بقول طلاق ثلاثہ کتاب وسنت سے ثابت ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ جناب عمرؓ کا کوڑے مارنا اور احناف کا گناہ، حرام والا فتویٰ بھی کتاب وسنت کے خلاف ہے مجددی صاحب سیخ پا ہو کر لکھتے ہیں ہم طلاق ثلاثہ کا حکم قرآن وسنت سے ثابت کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کو گناہ سمجھتے ہیں۔ (ص ۳۰) گویا کہ موصوف کے نزدیک قرآن کے کچھ احکام ایسے بھی ہیں جن کے کرنے سے ثواب کے بجائے گناہ لازم آتا ہے۔

قارئین! یہی بات ہم کہہ رہے ہیں کہ گناہ کا کام کرنے کی شریعت میں اجازت نہیں۔ دلیل دوم یہ کہ کام کرنے والے کو عمرؓ کوڑے مارتے تھے جیسے کہ مجددی صاحب نے مان لیا ہے اگر یہ بقول مجددی کے قرآن سے ثابت ہے تو مطلب ہوگا کہ جو کام شریعت نے جائز اور روا رکھا تھا عمرؓ اس کے عامل کو کوڑے مار کر اس قرآنی حکم کی نافرمانی کرتے تھے۔ (معاذ اللہ)

(۱۵) پھر مجددی صاحب صحیح مسلم کی مذکورہ صحیح حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں ہم اس روایت کو تسلیم ہی نہیں کرتے یہ روایت قابل اعتماد ہی نہیں ہے طلاق ثلاثہ کی مخالفت کس دور میں ہوئی۔ (ص ۴۰)

جائزہ:

ہم اس صحیح حدیث پر کسی قسم کا کوئی اعتراض صحیح نہیں مانتے اسی لیے ہم نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ یہ صرف حدیث اور اہل حدیث کی دشمنی میں سب کچھ کیا جا رہا ہے ورنہ احناف کے ہاں تین کو تین کہنے کی بھی تو یہی دلیل ہے چنانچہ مولوی احمد یار گجراتی جاء الحق میں لکھتا ہے کہ

(۱۶) مسلم شریف کتاب الطلاق باب الطلاق الثلاث میں ہے کہ عمرؓ کے زمانہ میں یہ قانون بنا دیا گیا کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی ہوں گی عبارت یہ ہے۔ فقال عمر ابن الخطاب: أن الناس قد استعجلوا فی أمر

كانت لهم فيه عناة فلو قضيناه عليهم، فأمضاه عليهم. نوٹ: خط کشیدہ الفاظ جاء الحق میں اسی طرح ہی لکھے ہوئے ہیں۔(۱۷)

اس حدیث کی شرح نووی میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع اس پر ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوں گی اور ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کبھی غلط پر اجماع نہیں کر سکتے۔ (ص ۶۰۴ نعیمی کتب خانہ گجرات) لہٰذا مجددی صاحب ہمارے بارہ میں تحریر کردہ شعر

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پر حماقت تو دیکھیے

کو اپنے اوپر ہی چسپاں کر لیں تو شعر کیا مفہوم صحیح واضح ہوگا۔

صحابہ کرامؓ کا اجماع ہوا تھا کہ نہیں اس پر تو بعد میں بات ہوگی اور اجماع کی حقیقت بھی بیان کی جائے گی ان شاء اللہ اس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ اس روایت پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں یہ بالکل صحیح اور درست ہے کیونکہ مفتی احمد یار کے اپنے الفاظ ہیں کہ صحابہ کرامؓ کبھی غلط پر اجماع نہیں کر سکتے نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تین طلاقیں عمرؓ نے خود کی تھیں اس سے پہلے نہ تھیں اگر پہلے ہوتی تو پھر عمرؓ کو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ جس کام میں لوگوں کو سہولت دی گئی اس میں انہوں نے جلدی کرنا شروع کر دی ہے لہٰذا ہم کیوں نہ اس کو ان پر نافذ کر دیں چنانچہ انہوں نے نافذ کر دیں۔ اس لیے ہمارا یہ کہنا کہ مجددی اتنا جاہل ہے کہ اس کو اپنے مسلک کا بھی علم نہیں بالکل صحیح اور درست ثابت ہوا نیز اس وضاحت کے بعد مجددی کے یہ الفاظ بھی جھوٹ' غلط بیانی اور حق کے انکار پر مبنی ہیں جن میں اس نے کہا ہے کہ ہم اس روایت کو تسلیم ہی نہیں کرتے (دھوکہ دینا ان کا کام ہے بدعت ان کا نشان ہے) اب مجددی صاحب خود ہی فیصلہ کریں کہ خود جھوٹے ہیں یا مفتی احمد یار گجراتی ''ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی''۔

مزید یہ کہہ لیں کہ:

''اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے''

باقی رہا مولانا شرف الدین دہلوی کا حوالہ تو اس کے متعلق ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ جب ہم اکابر ائمہ کرام کی بات بلا دلیل نہیں مانتے تو مولانا شرف الدین دہلوی کی کیسے مان لیں گے اس کے باوجود اگر مجددی وہی اعتراض کرے تو اس کے صحیح کا ذمہ دار بھی وہ خود ہی ہوگا ورنہ جھوٹا اور بہتان تراش اور حق کا منکر ثابت ہوگا جب یہ حدیث ہی صحیح ہے تو اب یہ اعتراض بھی ختم ہوا کہ یہ مسئلہ سات آٹھ سو سال بعد امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے تفردات اور ابلیسی فکر ہے۔ اگر یہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی (نعوذ باللہ ایسی بدزبانی سے) ابلیسی فکر ہے تو اپنے روحانی باپ پیر کرم شاہ الازہری کے متعلق کیا خیال ہے؟ قارئین آپ مجددی کی کتب ملاحظہ فرمائیں گالیوں کا نتیجہ کیسی گندی اور غلیظ گالیاں دیتا ہے اور اس معاملہ میں وہ اپنے روحانی باپ غلام احمد قادیانی سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیا دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم' دور صدیقی رضی اللہ عنہ اور فاروقی رضی اللہ عنہ کے پہلے دو سال تک کا متفق علیہ مسئلہ ابلیسی فکر کا نتیجہ ہے؟ معاذ اللہ ہم نے پہلے بھی کتب احناف کے حوالہ جات مثلاً عینی' طحاوی وغیرہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ کے حوالے دیئے ہیں کہ وہ بھی بیک وقت تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کرتے تھے لہٰذا تین کے تین ہونے پر اجماع کا دعویٰ غلط ہے اور حدیث مسلم کے آخری اور موقوف حصے کو مفتی احمد یار خاں اور مولانا سرفراز خاں نے خود اجماع کی دلیل بنایا ہے لہٰذا اب اس حدیث پر شاذ' مضطرب' منکر' وہم اور غلط ہونے کا الزام بھی غلط ثابت ہوا' ورنہ ماننا پڑے گا کہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دور صدیقی رضی اللہ عنہ اور دور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پہلے دو سال تک صحابہ رضی اللہ عنہم بقول مجددی کے ابلیسی فکر کے حامل تھے معاذ اللہ اصل میں مجددی صاحب اہل حدیث کی دشمنی میں اپنا دماغی توازن کھو چکے ہیں اور اپنے پاگل پن میں صحیح حدیث اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اور مفتی احمد یار سمیت جنہوں نے اس کو دلیل بنایا ہے۔ سب کو ابلیسی فکر کے حامل گردان کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کر رہے ہیں۔ سورج پر تھوکنے سے اپنے منہ پر ہی تھوک پڑتا ہے۔

اب اپنے ہی عناد کے شعلوں میں آپ جل
کس نے تجھے کہا تھا کہ جلتی پہ تیل ڈال

باقی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو کوڑے اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کو اذیتیں بھی اس حق کی حمایت کی وجہ سے ہی آئی تھیں۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر مکہ والوں نے ظلم ڈھائے تھے کیا وہ بھی معاذ اللہ کسی غلط مسئلہ کی وجہ سے ان اذیتوں کا شکار ہوئے تھے۔ نہیں نہیں بلکہ اصل حقیقت یہی ہے جو ہم نے پہلے بھی بیان کر دی ہے کہ حق والوں کو ہمیشہ مشرک بدعتی تکلیفیں دیتے رہے ہیں جیسا کہ ابو حنیفہؒ کو قید کیا گیا یہاں تک کہ ان کو موت بھی قید ہی میں آئی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ اذیتیں انہیں ان کی غلطی کی وجہ سے دی گئیں۔ پھر مفتی احمد یار خاں گجراتی اور مولانا سرفراز کا اس حدیث مسلم سے صحابہؓ کا اجماع ثابت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اہل حدیث کا یہ مسئلہ شیعہ یا یہود ونصاریٰ کا چربہ نہیں بلکہ حدیث رسولؐ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر دور فاروقی کے پہلے دو سالوں تک یہی متفقہ علیہ مسئلہ رہا ہے کہ بیک وقت دی گئیں تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جائیں گی۔ اور مولانا محمد کرم شاہ الازہری کا بھی یہی نظریہ ہے کہ بیک وقت دی گئیں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہونگی۔ (دعوت فکر ونظر پیر کرم شاہ بھیروی بریلوی)

رسوا ہوئے جو آپ تو میرا قصور ہے کیا
جو کچھ کیا تم نے کیا بے خطا ہوں میں

دلیل نمبر۲:

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے رکانہ رضی اللہ عنہ رجوع کر لو انہوں نے کہا حضرت میں نے تو بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں تم رجوع کر لو۔

(ابوداؤد ص ۲۹۸، السنن الکبریٰ ص ۳۳۹)

مقلد کا اعتراض:

اس کی سند میں بعض بنی ابی رافع موجود ہیں جو مجہول ہیں مستدرک میں بعض بنی ابی رافع کی تعیین بھی آئی ہے کہ وہ محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع تھے لیکن یہ نہایت ہی ضعیف اور کمزور ہے۔ (عمدۃ ص ۱۰۷)

محقق:

اگر چہ بعض نے ضعیف کہا ہے لیکن کیا محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع ضعیف ہے؟

① امام حاکم نے محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع سے مروی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اس لیے ان کے نزدیک یہ راوی صحیح الحدیث ثقہ ہے۔

② امام ابن حبانؒ کے نزدیک بھی یہ ثقہ ہے۔

③ محدث العصر علامہ شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ بھی اس روایت کو حسن قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہو ان کی صحیح سنن ابی داؤد پھر یہ دوسری احادیث کی تائید میں بھی قبول ہو سکتی ہے قطع نظر اس کے کہ جمہور مخالف ہیں یا نہیں ہم کہتے ہیں کہ نص کی موجودگی میں جمہور کی رائے کوئی شرعی دلیل نہیں۔ احناف کے شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی لکھتے ہیں کہ بیع خیار کے مسئلہ میں ابوحنیفہ نے جمہور کی مخالفت کی ہے (التقریر للترمذی ص ۳۶) اس کے علاوہ بھی کئی مثالیں موجود ہیں۔

دلیل نمبر ۳:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دی تھیں جس پر وہ بہت ہی دلگیر اور پیشمان ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے کس طرح طلاق دی ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم رجوع کر لو......الخ۔ (مسند احمد ۱/ ۲۶۵، السنن الکبریٰ ۷/ ۳۳۹) قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی تخریج امام احمد اور ابو یعلیٰ نے کی ہے اور امام ابو یعلیٰ نے اس کی تصحیح کی ہے (نیل ۶/ ۲۴۶)

مقلد کا اعتراض نمبر۱:

اس میں محمد بن اسحاق راوی ضعیف اور کذاب ہے۔(عمدۃ ص ۱۰۹)

محقق:

احناف کے علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں امام ابن اسحاق فثقة ثقة لا شبهة عندنا فی ذلك ولا عند محققی المحدثین. (شرح فتح القدیر، ہدایہ ۱/ ۴۲۷ عربی، مکتبہ عثمانیہ کوئٹہ) نیز فرماتے ہیں: وما نقل عن مالك فيه لا يثبت ولو صح لم يقبله أهل العلم كيف وقد قال شعبة فيه أمير المؤمنين فی الحدیث وروی عنه مثل الثوری وابن إدريس وحماد بن زيد ويزيد بن زريع وابن علية وقد أطال البخاری فی توثيقه فی كتاب القراءة خلف الإمام له وأصلح معه وبعث إليه هدية ......الخ. (۱/ ۲۳۱) حاصل مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ محمد بن اسحاق ثقہ ہے، اس کے ثقہ ہونے میں ہمارے اور محقق محدثین کے نزدیک کوئی شبہ نہیں اور امام مالکؒ کی طرف سے ان کے بارہ میں (دجال من الدجاجلة) جو جرح بیان کی جاتی ہے اول تو وہ ثابت نہیں اگر ثابت ہے تو اس کو اہل علم نے قبول نہیں کیا اور وہ قبول بھی کیوں کرتے جبکہ امام شعبہؒ نے کہا ہے کہ محمد بن اسحٰق حدیث میں امیر المومنین کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ ان سے ائمہ حدیث مثلاً امام ثوریؒ امام ابن ادریسؒ امام حماد بن زیدؒ امام یزید بن ذریعؒ امام عبدالوارثؒ امام مبارکؒ امام احمد بن حنبلؒ امام ابن معینؒ اور عام اہل حدیث نے روایت لی ہے اور امام بخاریؒ نے اپنی کتاب ”القراءة خلف الإمام“ میں محمد بن اسحٰق کی توثیق پر بحث کی ہے۔ اور امام ابن حبانؒ نے اپنی کتاب ”کتاب الثقات“ میں ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ امام مالکؒ نے یہ جو کہا تھا کہ: ”محمد بن اسحاق دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔“ تو انہوں نے اپنے اس کلام سے رجوع کر لیا تھا اور صلح کے بعد ان کو ہدیہ بھی بھیجا تھا اس وضاحت کے بعد اگر کوئی یہ

جرح نقل کرتا ہے تو جہاں وہ امام مالکؒ پر بہتان لگاتا ہے وہاں وہ عوام کو بھی دھوکہ دیتا ہے۔ اب اگر ہم کہیں کہ مولانا سرفراز صاحب کو امام مالکؒ کا اپنی جرح سے رجوع کرنا معلوم نہیں تو یہ بات صحیح نہیں کیونکہ موجودہ دیوبندی انہیں فن رجال کا امام کہتے ہیں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کسی فن کے امام سے اس کے اہم گوشے مخفی رہیں۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ انہوں نے جان بوجھ کر عوام کو دھوکہ دیا ہے تو یہ اس سے بھی بڑی بات ہے بہر حال ہم کچھ نہیں کہتے یہ قارئین خود ہی فیصلہ کردیں کہ یہ مولانا کی لاعلمی ہے یا صریحاً دھوکہ ہے۔

إن كنت لا تدرى فتلك مصيبة

وإن كنت تدرى فالمصيبة أعظم

بڑے تعجب کی بات ہے کہ جب یہی محمد بن اسحاق احناف کی اپنے استدلال کردہ روایات میں ہوتا ہے تو اس وقت اسے ثقہ ثبت سمجھ کر قبول کرلیا جاتا ہے۔ بلکہ ثقات کا اعلان بھی کیا جاتا ہے۔ اگرچہ بطریقہ تدلیس ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر مخالف مذہب کی دلیل میں آجائے اور وہاں سماعت کی تصریح بھی موجود ہو اور تدلیس کا شبہ تک بھی نہ ہو تو وہ پھر بھی لائق قبول نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ان کے اقوال مذہب کے خلاف روایت کرتا ہے' کیا یہی انصاف اور علم کا تقاضہ ہے؟ ہمارے اس دعویٰ کی دلیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الخراج قاضی ابو یوسفؒ کی جس میں انہوں نے محمد بن اسحاق سے ۱۳۱ روایات لی ہیں۔ محمد بن اسحاق قاضی ابو یوسف کے استاذ ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ حدیث اسفار یعنی صبح کی روشنی میں فجر پڑھنے والی روایت۔ اور ہدایہ میں ہے کہ نماز میں ایسا اشارہ کرنا جس سے کلام سمجھا جاتا ہو ایسے اشارہ سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ سنن الدار قطنی باب الاشارہ فی الصلوٰۃ ص ۱۸۳ اس میں بھی محمد بن اسحاق ہیں۔ پھر طرفہ تماشہ یہ کہ مذکورہ بالا حدیث اسفار اور حدیث ہذا میں محمد بن اسحاق لفظ عن سے روایت کرتا ہے مثلاً حدیث اسفار میں ہے محمد بن اسحاق عن عاصم بن عمر......الخ۔

یہی روایت مسند الامام ابی حنیفہ للاصفہانی (ص ۴۱) میں مروی ہے اور

ابوحنیفہ نے محمد بن اسحاق سے ہی روایت کی ہے' گویا اس روایت سے واضح ہے کہ محمد بن اسحاق ابوحنیفہ کے استاذ ہیں۔

مولوی عبدالباری لکھنوی التعلیق المختار علی کتاب الآ ثار (ص ۷۲) میں لکھتے ہیں:

فإذا استدل أبوحنيفة بحديث نعتقد أنه حكم بصحته وتوثيق رجاله ولا نلتفت إلى من خالفه خصوصا إذا كان هو دونه في العلم والفقه ونحكم على الرجال أنهم موثقون مقبولون ولا نبالي بما قاله فيهم أرباب الظواهر من الضعف والجرح وغير ذلك من الوجوه القادمة في الثقاهة وإن صدر عن كبار المشاهير كالبخاري ومسلم.

ابوحنیفہ جب کسی حدیث سے استدلال کریں تو اس کے بارہ میں ہمارا اعتقاد ہے کہ انہوں نے اس روایت کی صحت اور رجال کی توثیق کی ہے جو ان کی مخالفت کرتا ہے ہم اس کی طرف توجہ نہیں دیں گے خصوصاً وہ شخص جو علم اور فقہ میں ان سے کم درجہ پر ہو اور ہم رجال کے بارہ میں گے کہ وہ موثق اور مقبول ہیں اور اصحاب ظواہر (محدثین) نے ان راویوں کے بارہ میں اس کی پرواہ نہیں کریں گے خواہ وہ جرح مشہور ائمہ محدثین' بخاری اور مسلم نے کی ہو۔

لہٰذا جب ابوحنیفہ نے محمد بن اسحاق سے خود حدیث لی ہے اور پھر اس سے استدلال کیا ہے تو حنفی مقلدین کو اس پر جرح کا حق حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ مقلد کی مجتہد کے مقابلے میں کیا حیثیت رہ جاتی ہے اور اگر مجتہد کی بات پس پشت ڈال کر مقلد اپنا فیصلہ ٹھونستا ہے تو معنی یہ ہوا کہ مقلد مجتہد سے بھی علم واستدلال میں

بڑھا ہوا ہے' پھر مقلد کہلواتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ لیکن ان کے ہاں تو عدل وانصاف بالائے طاق ہے۔

اور حدیث اشارہ میں ہے' محمد بن اسحاق عن یعقوب بن عتبۃ ......الخ۔ اور کتاب الخراج کا ذکر بھی پہلے ہو چکا ہے کہ اس میں بھی بطریقہ تدلیس کئی ایک روایتیں موجود ہیں لیکن قبول ہیں۔ اس لیے کہ ان کے بغیر مذہب ثابت نہیں ہوتا اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ مولانا سرفراز صاحب خود اپنی کتاب مثلاً تسکین الصدور ص۳۲۹ طبع دوم سماع موتی ص ۲۸۹-۲۸۸ اور احسن الکلام وغیرہ میں محمد بن اسحٰق کی اسناد والی روایات سے احتجاج کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن اسحاق پر جرح محض اہل حدیث کی دشمنی میں کی جاتی ہے ورنہ محمد بن اسحاق کے بغیر ان کا اپنا مذہب بھی ثابت نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں جمہور کے نزدیک ابن اسحاق کا شمار ثقہ حضرات میں ہوتا ہے مولانا سرفراز نے کتاب میں بار بار رٹ لگا رکھی ہے کہ جمہور کا یہ فیصلہ ہے اب دیکھتے ہیں کہ جمہور کا فیصلہ قبول کرتے ہیں یا اس کی مخالفت کرتے ہیں اگر موصوف محمد بن اسحاق کو جمہور کے مخالف ضعیف' کذاب اور دجال کہنے میں حق بجانب ہیں تو جمہور کو بار بار پیش کرنے کا کیا معنی؟ اگر جمہور دلیل تھی تو امام ابوحنیفہؒ نے بیع خیار کے مسئلہ میں جمہور کی مخالفت کیوں کی؟ اگر مولانا سرفراز صاحب اور امام ابوحنیفہؒ جمہور اور ان کی صحیح دلیل کی مخالفت کر سکتے ہیں جو کہ قطعاً غلط ہے تو اہل حدیث جمہور کی بغیر دلیل کے بات کی مخالفت کرنے میں ان سے زیادہ حق بجانب ہیں۔

لہٰذا اب مولانا موصوف کا بار بار جمہور کی رٹ لگانا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا اصل بات یہ ہے کہ محمد بن اسحاق پر تدلیس کا حکم بھی لگایا گیا ہے اور جن محدثین نے ان کی کسی روایت پر ضعیف یا معلول ہونے کا حکم لگایا ہے تو وہ ان کی تدلیس کی وجہ سے ہے اور جہاں انہیں ثقہ کہا گیا ہے وہ ان کی سیرت اور روایات میں تحدیث اور

سماع کی صراحت کی بناء پر ہے۔

اور یہ قانون ہے کہ مدلس کا عنعنہ قبول نہیں ہوتا لیکن جب وہ تحدیث اور سماع کی صراحت کر دیتا ہے بشرطیکہ وہ سیرت کے اعتبار سے بھی ثقہ ہو تو پھر اس کی روایت قبول کی جاتی ہے لہٰذا اس فرق کے بغیر محمد بن اسحاق پر یک طرفہ ٹریفک چلا کر ضعیف، کذاب اور دجال کہنا حق کا خون کرنا ہے اور عوام کو دھوکہ میں ڈالنے کے مترادف ہے اور محمد بن اسحاق کی ثقاہت تو عندالمحدثین مسلمہ ہے آخر میں ہم عرض کرتے ہیں کہ حدیث ہذا بالکل صحیح اور قابل احتجاج ہے اس لیے کہ اس پر ائمہ ثلاثہ مثلاً امام مالکؒ امام شافعیؒ امام ابو حنیفہؒ سے کسی قسم کی کوئی جرح ثابت نہیں ہوئی اور امام احمد بن حنبلؒ امام حاکمؒ امام ابن تیمیہؒ ابن قیمؒ امام ابو یعلیٰ اور امام مقدسی اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: هذا الحديث نص في المسألة لا يقبل التأويل. (فتح الباری ۹/۲۹۰) یہ حدیث اس مسئلہ میں نص ہے اور یہاں تاویل کی گنجائش نہیں کیونکہ اس حدیث میں محمد بن اسحاق نے اپنے سماع اور تحدیث کی وضاحت کر دی ہے لہٰذا اب ان پر تدلیس کا حکم بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ قارئین! غور فرمائیں ان حضرات کے نام کے ساتھ اتنے بڑے بڑے لقب لکھے جاتے ہیں لیکن ان بیچاروں کی علمی حیثیت یہ ہے کہ جرح و تعدیل کے اصول وقوانین کا بھی پتہ نہیں جمہور جمہور کی رٹ لگانے والوں کی آنکھیں کسی راوی کے متعلق شاذ اقوال پیش کرتے نجانے کیوں جمہور کے موقف پر بند ہو جاتی ہیں۔

اعتراض نمبر ۲:

اس سند میں دوسرا راوی داؤد بن حصین ضعیف ہے جب وہ عکرمہ سے روایت کرے تو وہ منکر ہوتی ہے۔ (عمدۃ ص ۱۰۹)

محقق:

داؤد بن حصین ضعیف نہیں بلکہ ثقہ ہے کیونکہ یہ بخاری مسلم کا راوی ہے اور

بخاری ومسلم کے رواۃ کا ثقہ ہونا مسلم ہے۔اس لیے داؤد بن حصین کی بھی محدثین نے توثیق فرمائی ہے اور جو حدیثیں عکرمہ سے بیان کرتے ہیں وہ سب کی سب منکر بمعنی متروک وناقابل احتجاج نہیں ہوا کرتیں بلکہ محدثین نے ان کی حدیثوں سے بھی احتجاج کیا ہے۔چنانچہ حافظ ابن حجرؒ اور علامہ عینی حنفیؒ فرماتے ہیں:

وإنما أخرجه موصولا فی کتاب أدب المفرد والآخر معناه علی معنی الترجمة وأخرجه أحمد بن حنبل وغیره موصولا من طریق محمد بن إسحاق عن داود بن الحصین عن عکرمة عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وإسناده حسن. (عمدۃ القاری ۱/۲۷۳، وفتح الباری پارہ اول ص ۵۰)

نیز اس اسناد پر جو اعتراض کیے گئے ہیں اس کے جوابات دیئے گئے ہیں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

وقد أجابوا عنه بأربعة أشیاء أحدها أن محمد بن إسحاق وشیخ مختلف فیهما وأجیب بأنهم احتجوا فی عمدة من الأحکام بمثل هذا الإسناد کحدیث أن النبی ﷺ رد علی أبی العاص بن الربیع زینب ابنته بالنکاح الأول ولیس کل مختلف فیه، فیه مردودا.

(فتح الباری ۹/۲۹۰، وپ ۲۲/۱۶۳)

نیز خود علامہ حافظ ذہبیؒ نے بھی اس اسناد کو حسن بلکہ صحیح کہا ہے (مستدرک حاکم ۲/۲۰۰) اور حافظ زیلعی حنفی نے بھی اس اسناد کو قابل احتجاج مانتے ہوئے (نصب الرایہ ۳/۲۰۹ تا ۲۱۴) میں مختلف حدیثیں ذکر کر کے ان کی حدیث کو ترجیح دی ہے اور اس کی توجیہ کی ہے پھر حافظ ذہبی عام طور سے میزان الاعتدال میں ذکر کردہ رواۃ کی بعض حدیثیں بطور نمونہ پیش کرتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ

روایت منکر بمعنیٰ متروک ہی ہے الا یہ کہ اس کی تصریح بھی کر دیں ترجمہ داؤد بن حصین میں جس طرح موصوف نے حدیث رکانہؓ پیش کی ہے اس طرح درج ذیل حدیث بھی حافظ ذہبی نے پیش کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں: عن داود عن عكرمة عن ابن عباس أن النبي ﷺ رد زينب على أبي العاص بعد ست سنين. (میزان الاعتدال ۲/۵ سانگلہ) اس طرح میزان میں ذکر کردہ بہت ساری احادیث کو موصوف نے صحیح کہا ہے جس سے مولانا سرفراز کے اس دعویٰ کہ داؤد بن حصین کی عکرمہ سے حدیثیں منکر (بمعنیٰ متروک) ہوتی ہیں کی تکذیب ہوتی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ داؤد بن حصین بھی ثقہ اور قابل احتجاج ہے۔

اعتراض نمبر ۳:

حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو معلول کہا ہے۔ (عمدۃ ص ۱۱۰)

محقق:

پہلے گزر چکا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ تو اس حدیث کو اس مسئلہ میں نص صریح تسلیم کرتے ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اپنی ہی بیان کردہ نص صریح کو معلول کہنا شروع کر دیں اگر معلول بمعنیٰ مردود ہے بقول مولانا سرفراز کے تو حافظ نے اسے نص کیوں کہا ہے جہاں تک ہماری معلومات ہیں ان کے مطابق حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو معلول کہا ہی نہیں ہے مولانا سرفراز کو سمجھنے میں غلطی لگی ہے اصل میں حافظ ابن حجرؒ کا اشارہ اس روایت کی طرف ہے جو امام احمد اور امام حاکم دونوں نے بیان کی ہے اور حدیث ہذا جس پر مولانا دلیل نمبر ۳ لکھ کر مستدرک حاکم کا حوالہ دیتے ہیں یہ مستدرک حاکم میں نہیں صرف مسند احمد میں ہے اور معلول کا اشارہ ابو داؤد اور حاکم میں موجود روایت بعض بنی ابی رافع کی طرف ہے۔

پھر وہی مغالطہ:

مولانا سرفراز صاحب فرماتے ہیں: ”ہم باحوالہ ثابت کر چکے ہیں کہ

خود آنحضرت ﷺ کے سامنے تین طلاقیں دی گئیں اور آپ ﷺ نے ان کو تین قرار دیا۔'' (عمدہ ص ۱۱۶)

محقق:

ہم بھی اس بات کو بادلائل ثابت کر چکے ہیں کہ موصوف کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور حق کو چھپانے' نیز عوام کو دھوکہ دینے کے سوا کچھ نہیں' کیونکہ وہ خود بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو بار بار بدعت' حرام اور گناہ کہتے ہیں۔ یہ سب کیسے درست ہوسکتا ہے۔

قارئین! فیصلہ خود فرمائیں' ایک طرف کہتے ہیں کہ بدعت' حرام اور گناہ ہے۔عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسا کرنے والے کو کوڑے مارا کرتے تھے۔ دوسری طرف کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تین ہی قرار دیا' ان دونوں باتوں میں سے کونسی بات کو غلط اور جھوٹ پر مبنی کہیں گے۔ بہر حال ایک کو تو ماننا ہی پڑے گا۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ایک چیز ایک ہی وقت میں بدعت' گناہ اور حرام ہو اور سنت رسول ﷺ بھی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماعی مسئلہ ہے۔ حلانکہ یہ عام آدمی بھی جانتا ہے کہ جو مسئلہ کتاب وسنت سے ثابت نہیں' بدعت' حرام اور گناہ ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماعی مسئلہ کیسے ہوا' کیا صحابہ رضی اللہ عنہم بدعت اور حرام کام پر اجماع کر سکتے ہیں؟ ہر گز نہیں!

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ سے سوال:

مولانا سرفراز صاحب فرماتے ہیں حافظ ابن القیمؒ اور ان کے اتباع کسی صحیح اور صریح حدیث سے یہ بتا سکتے ہیں اگر آپؐ اور ابو بکرؓ کی خلافت میں تین طلاقوں کو ایک کیا گیا تھا۔ (عمدۃ ص ۱۱۶)

محقق:

جی ہاں ہم صحیح مسلم سے ثابت کر چکے ہیں کہ آپ ﷺ کے مکمل دور اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مکمل دور اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پہلے دو سالوں تک بیک وقت دی گئی

تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ اور مسند احمد کے حوالہ سے بھی گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رکانہ رضی اللہ عنہ کو بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے بعد رجوع کا حکم دیا تھا اور ان احادیث پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات دے کر ثابت کیا ہے کہ احناف کے یہ اعتراض غلط اور بے بنیاد ہیں کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کرتے تھے جیسا کہ مولانا عبدالحئی حنفی فرماتے ہیں:

القول الثانی أنه إذا طلق ثلاثا تقع واحدة رجعية وهذا هو المنقول عن بعض الصحابة ﷺ وبه قال داود الظاهری وأتباعه وهو أحد القولين. لمالك وبعض أصحاب أحمد. (عمدۃ الرعایۃ ۲/۶۳، ایچ ایم سعید۔کراچی)

کہ دوسرا قول کہ جب کسی نے بیک وقت تین طلاقیں دیں تو ایک رجعی واقع ہوگی۔ اور یہ قول بعض صحابہؓ سے منقول ہے اور اس کے قائل داؤد ظاہری اور ان کے پیروکار ہیں اور یہ امام مالکؒ کے دو قولوں سے ایک قول ہے اور امام احمد بن حنبلؒ کے بعض اصحاب کا قول ہے۔

(۲) حنفی مذہب کے مشہور شارح علامہ عینی فرماتے ہیں:

مذهب طاؤس ومحمد بن إسحاق والحجاج بن الأرطاة والنخعی وبان مقاتل والظاهرية إلى أن الرجل إذا طلق أسرته ثلاثا معا فقد وقعت عليها واحدة واحتجوا فی ذلك بما رواه مسلم من حديث طاؤس ...... الخ. (عمدۃ القاری ۲۰/۲۳۳، دارالفکر)

طاؤس، ابن اسحٰق، حجاج بن ارطاۃ، نخعی، ابن مقاتل اور اہل ظاہر کا مسلک یہ ہے کہ جب آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ہی وقت میں دے دیں تو اس پر ایک واقع ہوگی اور انہوں نے اپنے اس مسلک کی دلیل صحیح مسلم میں موجود

طاؤسؒ والی حدیث کو بنایا جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ ابوالصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ نبی ﷺ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے دور کے دو سالوں تک تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہاں میں جانتا ہوں کہ ایسا ہی ہوتا تھا۔ یہ تحقیق امام ابوجعفرؒ احمد بن محمد طحاوی حنفی نے اپنی مشہور شرح معانی الآثار (ص ۳۵ طبع سعید ایچ ایم کراچی) پر نقل کی ہے۔

(۳) حنفی مسلک کے مشہور مؤرخ علامہ شبلی نعمانی مصنف سیرت النبیؐ اور الفاروق نے ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین قرار دینا عمر کے اولیات میں شمار کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں بہت سے ایسے مسائل بھی ہیں جنہیں دیگر صحابہؓ نے ان (عمرؓ) سے اختلاف کیا ان میں سے بعض مسائل میں بعض صحابہؓ نے اختلاف کیا ہے وہی حق پر ہیں مثلاً جنبی کا تیمم کرنا، منع حج تمتع، طلاقات ثلاثہ وغیرہ میں حضرت عمرؓ کے اجتہاد سے دیگر صحابہؓ کا اجتہاد زیادہ صحیح ہے۔ (الفاروق ۲/ ۱۶۸، طبع لاہور)

مذکورہ بالا حنفی حوالہ جات سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

﴿ا﴾ صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین اور ائمہ دین بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک سمجھتے تھے اور مسلم میں موجود طاؤس والی حدیث کو دلیل بناتے تھے لہٰذا مولانا سرفراز اور بریلوی مولوی مجددی کے اس حدیث پر تمام اعتراضات باطل ہوئے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین اور ائمہ دین کا اس حدیث کو دلیل بنانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث بالکل صحیح اور درست ہے ورنہ صحابہ رضی اللہ عنہما تابعین اور ائمہ دین اس کو دلیل نہ بناتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین کا عمل اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مسئلہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں موجود تھا اس سے موصوف کے اس دعویٰ کی بھی تردید ہوتی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ باحوالہ کسی صحیح صریح اور متصل روایت سے ثابت کر دیں کہ انہوں نے تین طلاقوں کو ایک قرار دیا ہے اور اس کے لیے قرن اسرافیل علیہ السلام تک مہلت ہے۔ (عمدہ ص ۱۸ بلفظہٖ)

جائزہ:

معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے یہ محض تعصب کی بنا پر تحریر فرمایا ہے ورنہ ان کو پتہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث صحیح بھی ہے' صریح بھی ہے اور متصل بھی ہے۔اس میں قرن اسرافیل تک مہلت دینا ان کی فیاضی ہے کیونکہ اس وقت تک تو موصوف دنیا کو الوداع کہہ چکے ہوں گے اور پھر ان کو کون دکھائے گا کہ حضرت یہ حدیث صحیح بھی ہے صریح بھی ہے اور متصل بھی ہے۔البتہ موصوف سماع موتی کے قائل ہیں ان کے عقیدہ کے مطابق ان کو سنانا ممکن ہوسکتا ہے۔(اناللہ) ویسے ایک بات ہے یہ شیخ الحدیث ہیں جن کی ساری عمر حدیث پڑھتے پڑھاتے گزر گئی ہے پھر پتہ نہیں صحیح کے بعد متصل کہنے کی کیوں حاجت پیش آئی کیا کوئی غیر متصل بھی صحیح ہوتی ہے؟

۲ نیز مولانا سرفراز صاحب اور بریلوی مولوی مجددی کا اس مسئلہ کے بارہ میں یہ کہنا کہ یہ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ نے آٹھ سو سال بعد ایجاد کیا جس کے بدلہ میں انہیں کوڑے مارے گئے حقائق پر پردہ ڈالنے کے مترادف ہے اصل بات یہ ہے کہ ابن قیم اور ابن تیمیہ رحمہما اللہ کو حق کی حمایت کی وجہ سے کوڑے مارے گئے حق والوں کے ساتھ شروع سے ایسا ہو رہا ہے جیسا کہ نبی ﷺ کو بھی شعب ابی طالب میں بند کیا گیا' مکہ سے نکالا گیا صحابہؓ کو سولیوں پر چڑھایا گیا امام ابوحنیفہؒ کا تو جنازہ بھی جیل سے نکالا گیا تھا کیا یہ سب معاذ اللہ غلطی پر تھے؟ نہیں ہر گز نہیں تو ماننا پڑے گا کہ حق کی حمایت میں ایسا ہوا تھا۔

۳ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ذاتی اجتہاد سے تین کو تین کہا تھا نہ کہ قرآن وسنت کی کسی دلیل سے تو ثابت ہوا کہ مولانا سرفراز دیوبندی اور مولوی مجددی بریلوی کا یہ کہنا کہ عمرؓ نے قرآن وحدیث کا یہ مسئلہ ثابت کیا تھا قطعاً غلط اور غیر صحیح ہے کیونکہ وہ تین کو تین کہنے والے کو کوڑے مارا کرتے تھے اگر تین کو تین کہنا

قرآن وحدیث سے ثابت ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ کوڑے نہ مارتے یا پھر ماننا پڑے گا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جان بوجھ کر قرآن وحدیث کی مخالفت کی تھی۔ (معاذ اللہ)

۴ علامہ شبلی کی بات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عمر فاروقؓ سے دیگر صحابہؓ نے اختلاف کیا تھا لہٰذا مولانا سرفراز اور دیگر احناف کا یہ کہنا کہ عمرؓ کے فیصلہ سے کسی نے اختلاف نہیں کیا تھا' درست نہ ہوا۔

۵ عمر رضی اللہ عنہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اختلاف سے مولانا کا دعویٰ اجماع بھی غلط ثابت ہوا اور اجماع کا دعویٰ صحیح ہے تو پھر اس کو بدعت' حرام اور گناہ کہنا غلط ہوا کیونکہ بدعت' حرام اور گناہ پر صحابہ رضی اللہ عنہم اجماع نہیں کر سکتے لہٰذا احناف کا بدعت' حرام اور گناہ کہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مسئلہ نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث مصطفیٰ علیہ السلام سے اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہ کا اس پر اجماع ہے۔

مغالطہ:

موصوف بعض احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں معلوم ہوا کہ ایک دفعہ کہنے سے بھی اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کی گنتی کی مقدار میں تسبیح ادا ہو جاتی ہے۔

محقق:

اگر موصوف کے اس قاعدے کو ہر جگہ تسلیم کر لیا جائے کہ سبحان اللہ عدد خلقہٖ کہنے سے پوری مخلوق کی تعداد کے برابر تسبیحات ہو جائیں گی تو اس عام قاعدے سے شریعت نے جہاں جہاں عدد کی تعداد اور موقعہ محل کو مدنظر رکھا باطل ہو جائے گی۔ اگر کوئی کہے کہ میں نے ایک ساتھ پانچ نمازیں پڑھ لی ہیں تو کیا اس کے کہنے سے پانچوں نمازیں شمار ہو جائیں گی۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہی ادا ہو گی جو وقت پر پڑھی جائے گی اور باقی قبولیت کے معیار اور میزان میں پوری نہ اترنے کی بنا پر قبول نہ ہونگی۔ اسی طرح شریعت نے مرحلہ وار تین طلاقیں رکھیں ہیں ان میں سے دو میں خاوند کو رجوع کا حق حاصل ہے اگر تینوں کو تین مان لیا

جائے تو خاوند اس شرعی حق سے محروم ہو جاتا ہے۔ ہر نص کو اس کی جگہ پر رکھا جائے گا تسبیحات کو ان کی جگہ اور طلاق کو اس کی جگہ دونوں میں کوئی وجہ مماثلت نہیں، بلکہ قیاس مع الفارق ہے جو جائز نہیں۔

ایک اور مغالطہ:

مولانا سرفراز صاحب لکھتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بغیر حضرت طاؤس کے کسی ثقہ راوی کی روایت صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ ص ۱۲۵)

محقق:

یہ بہت بڑا مغالطہ ہے اگر بالفرض اکیلے طاؤس ہی روایت کرتے ہیں تو وہ ثقہ ہیں جن کی روایت قابل قبول ہے مگر جب حضرت طاؤس کی تائید حضرت داؤد بن حصین والی حدیث حضرت ابو الصہباء اور ابوالجوزاء وغیرہ نے کی ہے لیکن مولانا سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ یہ دونوں سائل ہیں راوی نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب انہوں نے یہ سوال کیا تھا اس وقت اس مجلس میں امام طاؤس کے ساتھ کم از کم دو شخص اور موجود تھے لہٰذا طاؤس اکیلے تو نہ ہوتے' کیا سائل راوی نہیں ہوسکتا ہے؟ یہ کوئی اصول نہیں کہ سائل راوی نہیں ہوسکتا بلکہ سائل کے سماع میں شک باقی نہیں رہتا کیونکہ جواب اسی کی خاطر دیا جاتا ہے۔ جس کی کئی ایک مثالیں کتب احادیث میں موجود ہیں جنہیں اہل علم خوب جانتے ہیں پھر ان کے سوالیہ انداز سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر کے ابتدائی دو سالہ دور میں تین طلاقیں ایک شمار نہیں ہوتی تھیں؟ ان کو اس حدیث کی پہلے خبر دی گئی تھی جس کی تصدیق کے لیے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے رابطہ کیا اور یہ سوال کیا کہ ہم نے سنا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ تو اس کے جواب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہاں یہ بات بالکل صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک وقت کی تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں' اگر طاؤس کی تائید نہ بھی ہوتی تو ان کی حدیث قابل

احتجاج تھی کیونکہ وہ بخاری ومسلم کے راویوں میں سے ہیں اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ طاؤس منفرد ہے تو حدیث تو پھر بھی قبول کرنی پڑے گی جیسا کہ صحیح بخاری کی پہلی اور آخری حدیث منفرد راوی سے مروی ہونے کے باوجود قبول ہے۔ اگر حضرت طاؤس کی حدیث بوجہ تفرد قبول نہیں تو بخاری کی پہلی اور آخری حدیث قبول کیوں ہے؟ آخر میں ہم آپ کو ایک حیران کن بات سے آگاہ کرتے ہیں وہ یہ کہ احناف کے ہاں کسی بھی مسئلہ کو حل کرنے کا طریقہ ان کے اپنے بنائے ہوئے قوانین اور اصول یعنی (ادلہ - اربعہ) قرآن' حدیث' اجماع اور قیاس ہیں۔ بقول ان کے ان کو تسلیم نہ کرنے والا گمراہ یا بالفاظ دیگر دائرہ اسلام سے خارج ہے لیکن طلاق ثلاثہ میں خود ان ادلہ اربعہ کی مخالفت کرتے ہوئے جمہور جمہور کی رٹ لگا رہے ہیں حالانکہ بیسیوں مسائل میں خود جمہور کی مخالفت کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ جمہور کوئی دلیل شرعی نہیں اور اب انہیں اپنے بنائے ہوئے اصول اور قوانین یعنی ادلہ اربعہ بھی ناکافی ہو چکے ہیں اور عملاً اپنے پہلے فتویٰ یعنی ان پر عمل نہ کرنے والے کو گمراہ کہنا سے رجوع کر لیا اور ثابت کر دیا کہ ادلہ اربعہ کا اصول بھی صحیح نہیں ورنہ اس کی مخالفت نہ کرتے۔

تین طلاقوں کی کہانی احناف کی زبانی

حنفی مسلک کے مصنف مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں بدترین صورت ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دینے کی ہے تین طلاقیں ایک ہی دفعہ دے دینا سخت گناہ اور معصیت ہے اس کو حدیث میں دین کا مذاق اڑانے کے مانند قرار دیا گیا ہے رسول اللہ ﷺ کو ایک بار ایک شخص کے بیک وقت تین طلاقیں دے دینے کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ جوش غضب میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہی ہوں اور کتاب اللہ کا مذاق اڑایا جاتا ہے آپ ﷺ اس قدر خفا تھے کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اس کو قتل نہ کر ڈالوں؟ (نسائی ۲/۹۹' الثلاث المجموعة وما فيه من التغليظ عن محمود بن لبيد) سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو ایسے شخص کو کوڑے بھی لگائے۔ (السنن الکبریٰ بیہقی ۷/۳۳۴' طلاق وتفریق ص ۳۲)

لہٰذا ہم یہ بات لکھنے پر حق بجانب ہیں کہ:۔

حسرت پہ اس مسافر بے کس کی روییے
جو خود تھک گیا ہو بیٹھ کر منزل کے سامنے

قارئین! یہ ہیں مولانا سرفراز صاحب کے پیش کردہ دلائل' تضادات اور مغالطات کی اصل حقیقت جو آپ نے ملاحظہ فرمائی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس خالص دینی محنت اور کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے' اپنے بندوں کی اس کے ذریعے سے اصلاح فرما دے۔ ہمارے اور ہمارے والدین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے (آمین) آخر میں التماس ہے کہ کسی قسم کی غلطی ہو تو اطلاع فرما کر شکریہ کا موقع دیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کر دی جائے۔

(تمت بالخیر)

ابوالانعام حکیم مولانا محمد صفدر عثمانی کی دیگر تالیفات

- فاتحہ خلف الامام کی تحقیق
- رفع الیدین کی تحقیق
- دعا میں ہاتھ اٹھانے کی تحقیق
- آمین بالجہر کی تحقیق
- صلوٰۃ محمد کی تحقیق
- جرابوں کا مسح ایک تحقیق
- معراج جسمانی کی تحقیق
- طلاق ثلاثہ وحلالہ ایک تحقیق
- صداقت اہل حدیث
- توحید خالص
- یہ مسائل رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں
- براہین اہل حدیث
- برات اہل حدیث
- اسلام اور حنفیت تقابل
- خطبات عثمانی
- مقالات عثمانی
- نبی انقلاب
- ۱-۳ بریلوی شکوک وشبہات کا تحقیقی جائزہ

ادارۂ تحقیقاتِ عثمانیہ اہل حدیث،

نوشہرہ روڈ، گوجرانوالہ